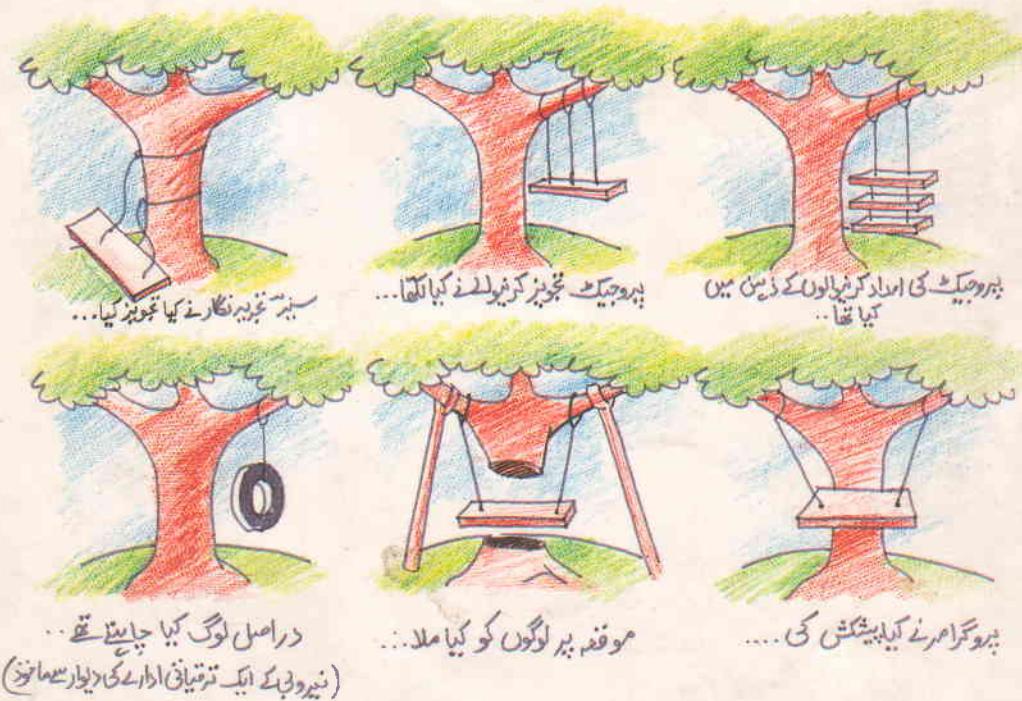


مقامی لوگوں کے درمیان حلکا لے اور مل جل کر کام  
کرنے کے طریق کار کو اپناتے ہوئے کم آمدن شری بستیوں  
میں بودو باش کی بہتری کا پروگرام



Local Initiative Facility for Urban Environment (LIFE)

# ہم نے عوام سے کیا سیکھا ہے



لانڈ کے شریک کار غیر سرکاری تنظیموں کی ورکشاپ رپورٹ

15-16 نومبر 1998ء

فیصل آباد

مقایی لوگوں کے درمیان مکالے اور مل جل کر کام  
کرنے کے طریقے کار کو اپناتے ہوئے کم آمدن شری بستیوں  
میں بودو باش کی بہتری کا پروگرام



Local Initiative Facility for Urban Environment (LIFE)

# ہم نے عوام سے کیا سیکھا ہے

لائف کے شریک کار غیر سرکاری تنظیموں کی ورکشاپ رپورٹ

15-16 نومبر 1998ء

فیصل آباد

ادارہ ترقیات اقوام متحدہ  
9 ویں منزل، سعودی پاک ٹاؤن،  
A-61 جناح ایونینو، اسلام آباد

## فہرست

	فہرست
iii	پیش لفظ
1	افتتاحی اجلاس: عوامی شرکت کی حامل شری ترقی۔ کم آمدن علاقوں سے یکھے گئے سبق، ذاکر اختر حیدر خان کی گفتگو
3	بنی اسرائیل کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کرنہ بیٹھیں
4	چنjab میں کو اپسیوز
5	اور انگی کا تحریر
7	اپنی مدد آپ
8	کیا این جی او کے سروں چار جز زیادہ ہیں؟
9	ترقی کیسے ہو؟
10	کنزیو مرازم
10	کفایت شعرا کی مایباں کیلئے ضروری ہے
11	حکومت بدلتا این جی او ز کا کام نہیں
12	منکر منصوبے ترقی کی ضمانت نہیں
12	سچ پکے سو میٹھا ہو
14	سرگوشیں (نظم)
15	دوسری اجلاس: پاکستان کی تبدیل ہوتی ہوئی شری صور تحال۔ جانب رضاعی کی گفتگو
15	اندرون شر
16	غربت
16	عورتوں کا قتل
16	گلی کے پچ
17	میکھ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں
17	سوالات و جوابات

18	ترقیاتی کام کا مشاہدہ
18	پسمندہ علاقوں کی ترقی کا مربوط پروگرام
20	ترقی کے مراحل (تصویری کھان)
21	تیسرا اجلاس: غور و فکر (Brain Storming)
22	چوتھا اجلاس: اجتماعی مکالمہ
24	آخری بات
25	ضمیمہ نمبر 1: شری آبادی کے بارے میں اعداد و شمار
28	ضمیمہ نمبر 2: لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ
29	ضمیمہ نمبر 3: فیصل آباد ایریا اپ گریڈیشن پر اجیکٹ (FAUP)
31	ضمیمہ نمبر 4: درکشناپ کا پروگرام
32	ضمیمہ نمبر 5: شرکاء کی فرست

## باکسز

2	ترقی، خدمت اور خود انحصاری
3	لوگوں کے کام لوگوں سے کوئی نہیں
4	کسان کیسے امیر ہو سکتا ہے؟
5	اوپی پی کا اصول
6	عوایی شرکت کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی
7	ستی ترقی اور صنگی ترقی
7	ترقی اور مقابی کار کن
8	اوپی پی کا کریڈٹ پروگرام
9	جرمنی اور بولنڈ دیش
11	دارالعلوم دیوبند کی مثال
18	انجمن سماجی بہبود، فیصل آباد
21	فیصل آباد ایریا اپ گریڈیشن پر جیکٹ کا دورہ

## پیش لفظ

دنیا بھر میں شروع کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے جس سے کئی قسم کے ماحولیاتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ پاکستان اور اس بیسے دیگر ترقی پذیر ممالک میں یہ مسائل زیادہ خطرناک مشکل اختیار کرتے جا رہے ہیں اور قومی حکومتوں کیلئے ان کو حل کرنا روز بروز مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ماحول ایک مقامی مسئلہ ہے اور اس سے متعلق مسائل کا حل بھی مقامی سطح پر ہی حلش کیا جانا چاہئے۔ مقامی آبادیوں، بلدیاتی اداروں، این جی اوز اور سی بی اوز کے اشتراک کے بغیر دیپا شری ترقی ممکن نہیں۔ قومی حکومتوں اور امداد دینے والی قومی اور بین الاقوامی تنظیموں کو ان مقامی اداروں اور مختلفہ بستیوں کے مخصوصوں کو اپنی مدد آپ کرنے اور مقامی مسائل کے مقامی حل ڈھونڈنے میں مدد دینی چاہئے۔

ادارہ ترقیات اقوام متحده نے 1992ء میں رویوڈی جنیرو ماحولیاتی سربراہ کانفرنس کے موقع پر مقامی سطح کے مخصوصوں کی حوصلہ افزائی کیلئے لائف پروگرام (LIFE) کا آغاز کیا۔ پہلے مرحلے (1993-94) میں یہ پروگرام پاکستان سمیت سات ممالک میں شروع کیا گیا جسے دوسرے مرحلے (1995-96) میں بارہ ممالک تک پھیلا دیا گیا۔ دسمبر 1993ء سے دسمبر 1998ء تک لائف نے پاکستان میں 40 مخصوصوں کی منظوری دی جن کیلئے مختلف این جی اوز اور سی بی اوز کو 268،869 ڈالر کی امداد دی گئی۔

لائف طریق کار (Methodology) کی بنیاد مقامی لوگوں کے مابین مکالمے (Local-Local Dialogue) اور مل جل کر کام کرنے (Team work) پر ہے جس کیلئے حکومتی اداروں، غیر سرکاری تنظیموں، پیشہ و رفاه اور امداد دینے والے اداروں (Donors) کو مل بیٹھنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے تجربات کی بنیاد پر شری مسائل کے مناسب حل تجویز کر سکیں۔ اس طرح کا تبدیلہ خیالات مقامی سطح کے مخصوصے بنانے، ان پر عملدرآمد کرنے اور ان کا جائزہ لینے کے دوران بھی ہوتا رہتا ہے اور نسبتاً بڑے پیمانے پر ملکی سطح کی شرکتی ورکشاپوں کے ذریعے مشترکہ مسائل کی نشاندہی کیلئے بھی اس طریق کار کو استعمال کیا جاتا ہے۔ 15، 16 نومبر 1998ء کو پنجاب فارسی شری ریسرچ انٹیڈیوٹ، گٹ والا، فیصل آباد میں ہونے والی تیسرا لائف ورکشاپ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جس میں سرکاری حکوموں کے افران، لائف پروگرام کے ساتھ کام کرنے والی این جی اوز اور سی بی اوز کے نمائندے، ماحول اور ترقی کے مختلف شعبوں

کے ماہرین، امدادیئے والے اواروں کے نمائندوں اور ماحول کیلئے بھی اور سرکاری شعبے میں کام کرنے والے افراد نے شرکت کی۔ ورکشاپ کے شرکاء میں نمیاں ترین شخصیت اور نگی پائلٹ پراجیکٹ کراچی کے بنی جتاب ڈاکٹر اختر حمید خان کی تھی جن کی اس شعبے سے عمر بھر کی وابستگی کی بنا پر ترقی کے عمل کے بارے میں بڑی واضح اور دو ٹوک رائے موجود ہے اور ان سے مکالے کے ذریعے ورکشاپ کے شرکاء کو ترقی کے میدان کے مختلف رہنماؤں سمجھنے میں کافی مدد ملی۔

ورکشاپ کا مقصد شری ماحول کی بہتری کیلئے اپنی اپنی سطح پر کام کرنے والے اواروں اور افراد کے مابین تبادلہ معلومات، جان پچان، باہمی و پچھی کے امور پر تبادلہ خیالات، پروگرام کیلئے رہنمای اصول متعین کرنا اور ماحولیاتی مسائل کے حل کیلئے مناسب طریق کارکے بارے میں مشترکہ آراء حاصل کرنا تھا۔ شرکاء نے مقامی سطح پر کام کے دوران پیش آنے والے مسائل پر گفتگو کی اور مختلف ماہرین اور کارکنان کی آراء سے ان کے حل کیلئے نتائج اخذ کئے۔ علاوہ ازیں لائف کے ساتھ کام کرنے والی این جی اوز کو ایک دوسرے سے اور مختلف شعبوں کے ماہرین سے جان پچان بڑھانے کا موقع بھی ملا جس کی بنیاد پر وہ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کے سلسلے میں ان دوستوں سے صلاح مشورہ کر سکیں گے۔ ورکشاپ کے شرکاء نے فیصل آباد میں سرکاری اور غیر سرکاری شعبوں میں چلنے والے ترقیاتی منصوبوں کا دورہ بھی کیا۔

ورکشاپ کے دوران کام کے طریق کارکے حوالے سے دو باتوں پر مکمل اتفاق رائے پیا گیا۔ تقریباً تمام شرکاء کا خیال تھا کہ کسی بھی بستی میں کام کرنے کیلئے وہاں کے مکینوں کی ملی اور عملی شرکت لازمی ہے ورنہ وہ کام دریبا نہیں ہو گا۔ اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ حکومت کے ساتھ مخاصمت کی بجائے تعلون کا رویہ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ حکومت اور غیر سرکاری اوارے ترقی کے عمل میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، حریف نہیں۔

## ورکشاپ کی کارروائی

ادارہ ترقیات اقوام متحدہ کے لائف پروگرام کے تعاون سے کام کرنے والی پاکستانی این جی او ز کی تیسری سالانہ ورکشاپ 15 اور 16 نومبر 1998ء کو پنجاب فارسٹری ریسرچ انڈیشنز، گل دالا، فیصل آباد میں منعقد ہوئی۔ ورکشاپ کا آغاز 15 نومبر کی صبح ساڑھے آٹھ بجے شرکاء کی رجسٹریشن سے ہوا جس کے بعد شرکاء نے اپنا اپنا تعارف کروایا۔ بعد ازاں لائف کے نیشنل کو ارڈی نیٹر جناب فیاض باقر نے اپنے تمہیدی کلمات میں ورکشاپ کے پروگرام کی تفصیل بتائی اور مہمان خصوصی ڈاکٹر اختر حمید خان سے درخواست کی کہ وہ ترقی کے عمل سے عمر بھر کی بنیاد پر حاصل شدہ تجربے کے حوالے سے ورکشاپ کے شرکاء کو کچھ بتائیں۔

**افتتاحی اجلاس: عوامی شرکت کی حامل شری ترقی۔ کم آمدن علاقوں سے سیکھے گئے سبق**

**خصوصی گفتگو: ڈاکٹر اختر حمید خان**

جناب اختر حمید خان نے تصوف اور ترقی کی زبان میں اپنے تجربات اور ان سے حاصل شدہ نتائج کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے درج ذیل فارسی شعر پڑھا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست  
بہ تبع و سجادہ و دلت نیست

(سعدی شیرازی)

انہوں نے بتایا کہ خانقاہ کی اخلاقی سلط اس لئے اونچی ہوتی تھی کہ بیٹھ بھرنا صوفیا کا مقصد نہیں ہوتا تھا۔

---

\* ڈاکٹر صاحب نے دونوں روز ورکشاپ کے صبح کے اجلاسوں میں شرکت کی۔ یہاں پران کی ساری گفتگو کو ایک ہی جگہ دیا جا رہا ہے تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔

## ترقی، خدمت اور خود انحصاری

ڈاکٹر اختر مید خان نے ترقی کے عمل میں مصروف کارکنوں سے کہا کہ خدمت کرو تو برکت ہو گی۔ جو لوگ ترقی کا کام کرتے ہیں انہیں آئینہ یہ لست کما جاتا ہے۔ جہاں ایسے لوگ ہوں گے اور ان کی نیت اچھی ہو گی وہاں اللہ کی برکت ہو گی۔ قرآن میں ہے کہ ”اگر آپ دنیا کی تمام دولت بھی خرچ کر دیجے تو لوگوں کے دل نہیں جوڑ سکتے تھے، اللہ نے دل جوڑے ہیں۔“ لذرا اصل چیز دولت نہیں ہے۔ ترقی کیلئے دولت کی نہیں اچھی نیت کی ضرورت ہے۔ دو تین اچھے آدمیوں کی ہمت، استقلال اور صبر صحیح تائیغ فرائم کر سکتے ہیں ورنہ جتنا پیسہ بھی خرچ کر لیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کامیابی کا انحصار اچھے آدمیوں پر ہے جو ترقی کا آئندیل حاصل کرنے کیلئے ایمانداری اور یکسوئی سے کام کرتے ہیں۔

انہوں نے ورکشاپ کے شرکاء کو ہدایت کی کہ وہ ایمان، خلوص اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ اس قوم کو اس دلمل سے نکالیں جس میں ہم مسلسل چھپتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے دلمل میں نیچے اور نیچے جاتے ہوئے اس آدمی کی مثال دی جس کو مدد کی درخواست پر کسی اللہ کے بندے نے مشورہ دیا کہ اپنے جوتے کے تسمیہ پکڑ کر اوپر کھینچو، کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔ ایک

سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ترقی کے حوالے

سے حکومت کی کارکردگی دن بدن زوال پذیر ہے۔ چوری اور کام پوری بڑھتے آخری حدود کو چھو رہی ہیں۔ 1985ء میں

ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا تھا کہ چالیس ارب روپے مختلف لوگوں کی جیسوں میں چلے جاتے ہیں، عوام پر خرچ نہیں ہوتے۔ اور گنجی میں 1980ء سے ہر کوئی نسلر کو 50 لاکھ روپے ترقیاتی کاموں کیلئے

دیئے جاتے ہیں جو سب کے سب ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت حال میں این جی اوز اس ملک کی آخری امید ہیں۔ اگر

انہوں نے بھی کچھ نہ کیا اور لوٹ مار میں شامل ہو گئے تو کچھ باقی نہیں رہے گا کیونکہ شیطان کی خدمت کر کے کوئی ملک باقی نہیں

رہ سکتا۔



## لوگوں کے کام لوگوں سے کروائیں



ہمارے حکمرانوں نے بیشہ لوگوں سے بڑے بڑے وعدے کئے جن کو پورا کرنا کسی بھی حکومت کے بس میں نہیں ہوتا۔ اس سے لوگوں میں یہ روایہ پیدا ہوا کہ ہر کام حکومت کی ذمہ داری ہے انہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چرچل نے دوسری جنگ عظیم میں فتح حاصل کرنے کے بعد برطانوی عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا، میرے پاس خون، پینے اور آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ لوگوں کو صحیح صور تحال بتانی چاہئے اور ان کو ترقی کے عمل میں شامل کرنا چاہئے۔ اگر لوگ خود کچھ نہیں کرتے تو کوئی ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

## بنی اسرائیل کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کرنا بیٹھیں

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ مصر سے بھرت کے بعد بنی اسرائیل کچھ عرصہ بیٹھے من و سلوٹی کھاتے رہے لیکن پھر آتا کر انہوں نے لسن، پیاز اور سور والے کھانوں کی تمنا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کے ایک زرخیز گلکوے کی راہ دکھائی اور فرمایا کہ کاشت کرو اور کھاؤ۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقُوم ادْ خلُوا الارضُ المُقدَّسَةُ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُوا عَلَى ادِبَارِكُمْ فَتَنَقْلِبُو اخْسَرِينَ (21) ”تو بھائیو تم ارض مقدس (یعنی ملک شام) میں، جسے خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے چل داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔“ قالو يَمُوسُى إِنِّي فِيهَا قَوْمًا جَبَارِينَ ق..... (22) ”وَهُوَ كَنْتَ لَكَ مُوسَى وَهَلْ تُو بُرِّئَ زَبُورَتْ لَوْگَ (رَبِّتْ) ہیں.....“ قالو يَمُوسُى إِنَّا لَنَّا نَدْخُلُهَا أَبْدًا مَا دَا مَوْافِيْهَا فَاقْعُبْ أَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا أَنَا مُهْمَنَا قَعْدُوْنَ (24) ”وَهُوَ بُولَے کَ مُوسَى جَبْ تَكَ وَهُوَ لَوْگَ وَهَلْ ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر لڑنا ہی ضرور ہے) تو تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے.....“ قال فَانْهَا مَحْرُمَتْهُ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَتَهُ يَتِيمُونَ فِي الْأَرْضِ طَفَلًا تَاصُ عَلَى الْقَوْمِ الْفَسَقِيْنَ ع (26) ”خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کیلئے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے) اور جنگل کی زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے تو ان نافرمان لوگوں

کے حال پر افسوس نہ کر۔” (ترجمہ: مولانا فتح محمد جاندھری)

اس قرآنی حکایت کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر اختر حمید خان نے بتایا کہ ہماری قوم کا بھی اس وقت یہی حال ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کوئی ہمارے لئے کچھ کرے گا۔

### پنجاب میں کوپرینوز

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ 1936ء میں جب وہ آئی سی ایس میں داخل ہوئے تو انگریز حکومت کا دیہات سدھار پروگرام چل رہا تھا جس کا مرکز پنجاب تھا اور اس کے پیچے سب سے اہم شخصیت گڑگاؤں کا ڈپٹی کشٹر ایف ایل برین تھا۔ حکومت کے سامنے پلا مسئلہ مسلسل مقروض ہوتے ہوئے کسانوں کو بننے/ ساہو کار/ کراڑ کے پھیلانے ہوئے قرض کے جل سے نکالنا تھا جو ان کو بڑی شرح سود پر قرضے دیتے تھے اور عدم ادائیگی کی صورت میں ان کی زمین پر قابض ہو جاتے تھے۔ اس مسئلے کے حل کیلئے سب سے پہلے یہ قانون پاس کر دیا گیا کہ کسان کی زمین غیر کسان نہیں خرید سکتا۔ اس کے علاوہ یہاں کے افراد کو جرمنی بھیجا گیا جہاں اس سے قبل اسی طرح کی صورت حال کا کامیابی سے حل نکلا جا چکا تھا۔

### کسان کیسے امیر ہو سکتا ہے؟

جرمنی میں 1850-60ء میں لوئنے والوں کی تینیت قائم تھی۔ زمیندار، ساہو کار اور تاجر مل کر کسان کو لوٹ رہے تھے۔ اس ظلم کے خاتمے کیلئے جرمنی کے ایک چھوٹے شر کے میراثیفیسون نے کوپرینوز کا تصور پیش کیا۔ اس نے کسانوں سے کما کہ سرمائے کی طاقت تمیس کچل رہی ہے لیکن اگر تم اکٹھے ہو جاؤ اور اپنے پیسے اکٹھے رکھو تو سرمائے کی طاقت تمہارے پاس آ جائے گی اور یوں بغیر کسی کی مدد کے تم ساہو کار کے ظلم سے نجات حاصل کر لو گے۔ جرمن حکومت نے زرعی اصلاحات کر کے بڑے بڑے زمینداروں کا خاتمه کر دیا اور تمیں سال کے اندر اندر باہمی تعاون اور باہمی کنشوں کا یہ طریقہ پہلے پورے جرمنی اور پھر ڈنمارک، سویڈن اور برطانیہ تک پھیل گیا۔ جرمنی میں کوپرینوز کے نظام کی کامیابی کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے افران نے اسے ہندوستان بھر میں رواج دینے کی کوشش کی۔ پنجاب، بہگال اور مہاراشٹر میں یہ تجربہ انتہائی کامیاب رہا۔ پھر نہی کالونیاں بنیں، لوگوں کو بچیں بچیں ایکڑ اراضی دی گئی اور لوگ دس سال کے اندر اندر انتہائی مالدار ہو گئے۔ پنجاب میں کوپرینوز کا نظام سب سے زیادہ کامیابی سے چلایا گیا۔ مشرقی پنجاب میں اب بھی یہ نظام بست ترقی یافتہ ٹکل میں موجود ہے اور مشرقی اور مغربی پنجاب کی فی ایکڑ پیداوار میں فرق کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کسان کو کوپرینوز کی صورت میں ضروری سرمایہ میسر نہیں ہوتا۔

کسی اوارے کو قائم کرنے میں دس سال لگتے ہیں لیکن بگاڑنے کیلئے ایک سال کافی ہوتا ہے۔ 1898ء میں ہندوستانی مشن جرمنی کے

مطالعاتی دورے پر گیا، 1906ء میں کو اپریوز بننا شروع ہوئے، 1947ء میں یہ خاصی اچھی حالت میں ہمارے حوالے ہوئے اور ہم نے انہیں ختم کر دیا۔ حکومتی صلاحیت کے نقدان کے اس دور میں اگر کو اپریوز موجود ہوتے تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے تھے۔ جناب اختر حمید خان نے بتایا کہ انہوں نے مشی گن میں ایک سال گزارا جو ذیری کو آپریوز کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ڈنمارک کے کو اپریوز کا بھی مطالعہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر کامیاب کو اپریوز کے پیچھے دو تین مخلص لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی پوری عمر اس کیلئے وقف کی ہوتی ہے۔ ”میں اٹھارہ سال سے اور انگی میں بیٹھا ہوں اور اب وہاں نئی زندگی پیدا ہونا شروع ہو گئی ہے۔ ابھی بیس تیس سال اور لگیں گے لیکن اب ادارے کے تیس سال تک چلنے کی امید پیدا ہو گئی ہے کیونکہ ہمارے پاس انور راشد اور پروین رحملن کی صورت میں مخلص کارکن موجود ہیں اور ایسے اچھے ساتھی ہیں جو قرضہ لیتے ہی نہیں واپس بھی کرتے ہیں۔ البتہ انہوں ناک بات یہ ہے کہ ہم نے ملک بھر سے کوئی پچاس کے قریب این جی اوز کے ساتھ کام کیا جن میں سے صرف چھ سات اطمینان بخش طریقے سے کام کر رہی ہیں۔ دو دوھ میں مکھن کم ہے۔ اچھے ادارے، اچھے لوگ بہت کم ہیں۔“

### اور انگی کا تجربہ

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے کام شروع کرنے سے پہلے اور انگی کی دس لاکھ کی آبادی کیلئے صرف تیس چالیس پر اندری سکول تھے۔ مکان بن گئے تھے لیکن گلیوں میں گندابانی کھڑا رہتا تھا۔ نائیفائیٹ، ملیرا اور جلد کی پیاریاں عام تھیں اور گھر میلو آمدن کا تقریباً ایک تماں حصہ صرف پیاریوں کے علاج پر خرچ آ رہا تھا۔ جب ان مسائل کے حل کیلئے کراچی کے ترقیاتی ادارے (KDA) سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ لوگ نیکس نہیں دیتے، ہمارے پاس قارون کا خزانہ نہیں کہ جس سے ہم ان کیلئے کچھ کریں۔ جبکہ دوسری طرف کراچی کے میزکو استقبالیہ دیا گیا جس پر میں ہزار روپے خرچ ہوئے اور وہ یہ وعدہ کر کے گئے کہ اور انگی کے تمام مسائل حل کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح صدر ضياء الحق کی آمد پر ڈیڑھ لاکھ روپے کا ہیلی پیڈ بنا گیا۔ وہ بھی آئے اور وعدے کر کے چلے گئے۔ لیکن یہ وعدے وفا نہ ہو سکے اور آخر 1981ء میں اور انگی کے عوام نے اور انگی پائیکٹ پراجیکٹ (OPP) کے تعاون سے اپنی مد آپ کے تحت اپنے مسائل حل کرنا شروع کئے۔ اس آزمائشی پروگرام کو چلانے کیلئے شروع میں بی سی آئی (BCCI) نے پیسے دیئے جس کے ذریعے شاف کو تاخواہیں دی جاتی تھیں۔

### اوپی پی کا اصول

اوپی پی کا اصول ہے کہ زیادہ بندے نہ رکھو اور بہت بڑی بڑی تاخواہیں نہ دو۔ جب اوپی پی میں کام شروع ہوا تو چار گرینڈ تھے: 3000، 3000 اور 4000 اور 5000۔ (بڑی بڑی تاخواہیوں والے کام زیادہ دیر نہیں چل سکتیں گے۔) بی سی آئی کو بتایا گیا کہ ہر تیسرے میں ان کو رپورٹ دی

جائے گی اور آٹھ کریا جائے گا۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی مداخلت نہیں ہو گی۔

کام کے آغاز پر سروے کیا گیا اور چار بڑے مسائل کی نشاندہی کی گئی: (i) رہائش اور نکاسی آب (ii) صحت (iii) تعلیم اور (iv) روزگار۔ مختلف حکومتوں نے ان مسائل کو حل کرنے کے وعدے کئے لیکن حکومتی منصوبوں سے کبھی غریب آدمی کو فائدہ نہیں پہنچانہ ہی غریب آدمی کی مدد کرنا حکومت کے بس کی بات ہے۔

## عوامی شرکت کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی

اوپی پی کا طریقہ یہ ہے کہ اندروفی کام لوگ خود کریں جبکہ یروونی کام حکومت کرے۔ گلیاں لوگ بنائیں اور بڑے نالے اور سیور ٹچ ٹرینمنٹ پلانٹ گورنمنٹ لگائے۔ دنیا بھر میں جماں بھی ترقی ہوئی ہے وہاں اسی طریقے کو اپنایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور جاپان نے اسی طرح ترقی کی۔ حکومت کا کروار بہت اہم ہے لیکن لوگوں کا کروار اس سے بھی اہم ہے۔ ترقی کیلئے حکومت اور عوام کی شرآکت لازمی ہے۔ اگر حکومت سب کچھ بنا بھی دے تو وہ دوبارہ ختم ہو جائے گا۔ یہ ترقی دیکھا نہیں ہوتی۔ عوام کی شرکت ضروری ہے تاکہ ان کو احساس ملکیت ہو اس طرح وہ اپنے گھر کا ہی نہیں اپنی گلی اور اپنے محلے کا بھی خیال رکھیں گے۔

ڈاکٹر صاحب سے پوچھا گیا کہ اور گئی میں کام کرتے ہوئے ان کا حکومت سے کیا تعلق رہا اور مستقبل میں این جی او ز اور حکومت کے درمیان تعاون کی کتنی امید ہے؟ اس پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ پہلے حکومتی ادارے ہماری بات نہیں سنتے تھے لیکن اب صورتحال خاصی بدل چکی ہے۔ کراچی واٹر اینڈ سیور ٹچ بورڈ اور کراچی میٹروپولیشن کارپوریشن (KMC) ہماری بات سن رہے ہیں۔ سندھ کچی آبادیز اتھارٹی کے ڈائیکٹر جنرل ٹسینم صدیقی نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے بتایا کہ ان کے ادارے میں اوپی پی کنسٹنٹ کے طور پر کام کر رہی ہے اور ان کی مانیز نگ کسی بھی ادارے سے زیادہ سخت ہے۔ اسی طرح اوپی پی KMC کے ساتھ مل کر بڑے نالے بنارہی ہے۔ چنjab کے وزیر اعلیٰ نے گذشتہ دونوں ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ اور گئی کی طرح ان کے دو اضلاع میں ترقی کا کام کریں لیکن ڈاکٹر صاحب نے انہیں جواب دیا کہ ہم ٹھیکیڈار نہیں استاد ہیں۔ تم اپنے بندے بھیجو ہم ان کی ٹریننگ کریں گے، ان کو کام کرنا سکھائیں گے۔ چنjab کے چار بڑے شرکوں فیصل آباد، ملتان، راولپنڈی اور گوجرانوالہ میں یو این ڈی پی اور اوپی پی کے تعاون سے کام جاری ہے۔ اسی طرح ورلڈ بینک اور اوپی پی بھی مل کر کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اوپی پی نے کامیاب آزمائشی تجربے کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ عالمی اداروں اور قومی حکومتوں کے منگے منصوبوں کے ذریعے ترقی نہیں ہوتی بلکہ ترقی کیلئے مسلسل کام کرنا پڑتا ہے۔

جو پھر پہ پانی گرے متصل  
تو بے شبہ گھس جائے پھر کی سل

(اماں علیل میرٹھی)

## ستی ترقی اور منگی ترقی

اوپی پی نے ستی نیکالو جی اور رینٹنگ متعارف کروائی جس کے ذریعے کم لگت پر ترقیاتی منصوبے ممکن ہو گئے ہیں۔ ترقی کا دارود مدار یونیورسٹی امداد پر نہیں لوگوں پر ہے۔ اور گلی میں 1981ء سے اب تک چھ ہزار گلیاں بن چکی ہیں لیکن ایک ڈالر بھی یہودی امداد نہیں لی گئی۔ باہر سے امداد آتی ہے اور ساتھ کنسٹنٹ اور منگی نیکالو جی بھی بھیجی جاتی ہے۔ پچھلے کئی سال سے ترقی کے نام پر یہ کچھ ہو رہا ہے لیکن ترقی کیسی نظر نہیں آتی۔

## اپنی مدد آپ

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جعلی سکہ آنے سے اچھا سکہ غائب ہو جاتا ہے اور نرم پروگرام اچھے پروگراموں کو نکال باہر کرتے ہیں۔ بسٹی<sup>\*</sup> بے ایمانی لاتی ہے۔ مال مفت دل بے رحم۔ پچاس ساٹھ کی دہائیوں میں اتنی چوری نہیں تھی جتنا اب ہو گئی ہے۔ سب سے زیادہ بد عنوانی افغان جنگ کے پیسے سے شروع ہوئی۔ یہ لوٹ مار عوام ختم کریں گے۔ امریکہ میں بد عنوانی کے نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہاں کے افریبمت اچھے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ انہیں ایسا کرنے نہیں دیتے۔ این جی او زکیلے آنے والا ڈوزز کا پیسہ ایک دن بند ہو جائے گا۔ اگر لوگ کام کریں گے تو بات بنے گی۔ اپنی مدد آپ کرنا ہو گی۔ اور گلی میں نکاہ آب کیلئے اوپی پی یا گورنمنٹ کی طرف سے کوئی بسٹی نہیں دی گئی۔ لوگوں نے خود پیسے دیئے ہیں اور خود گلیاں بنانے میں حصہ لیا ہے۔ ”جس آدمی نے پچاس ہزار یا ایک لاکھ کا گھر بنایا ہے وہ نکاہ آب کیلئے بھی ایک ہزار یا دو ہزار دے سکتا ہے۔ کیا ٹائغائیڈ کے علاج پر ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے سے بہتر نہیں ہے کہ آپ بھی کو پندرہ میں روپے ملہنہ دے دیں؟ یہاں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ایک طرف غریب آدمی ہے اور دوسرا طرف حکومت یا ڈوزر ہیں جو ان پر مہلکی کرنے کیلئے آئے ہیں۔ یہ درست تصور نہیں۔“ این جی او لوگوں کو خیرات نہیں دیتی بلکہ ان کو اپنی مدد آپ کرنے کے لئے تیار کرتی ہے اور ان کو نکیسی کی مدد فراہم کرتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی این جی او کسی علاقے میں مائی باپ بن کر جائے گی تو ناکام ہو گی۔ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کریں۔ اس علاقے سے لوگ نہیں نکلیں گے تو کچھ نہیں ہو گا۔ موی اور اس کا رب جا کر نہیں لسکتے۔ ہر کسی کو اپنی اپنی جنگ خود لڑنا ہوتی ہے۔

## ترقی اور مقامی کارکن

باہر کا آدمی ماذل پیش کرے گا، مقامی کارکن کو ڈھونڈے گا اور اس کی تربیت کرے گا۔ مقامی کارکن کام شروع کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرتے جاتے ہیں۔ سب میں ایک ساتھ کام کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور گلی میں کچھ گلیاں دس دس سال تک نہیں بنیں لیکن ہم نے اوپر سے ترقی مسلط نہیں کی۔ انہوں نے دیکھا کہ دوسرا گلیاں بن گئی ہیں اور ان میں سے کوئی آدمی اٹھا جس نے سوچا کہ گلی گندی

نہیں رہنی چاہئے۔ اس نے ہمارے ساتھ رابطہ کیا اور ہم نے انہیں تکنیکی امداد فراہم کی۔ سب لوگ اکٹھے نہیں مانتے۔ ایک ایک دو دو کر کے قائل ہوتے ہیں۔ البتہ ہم نے اور ان کے بلوچ اور پنجاب علاقوں میں دیکھا کہ وہ قبائلی طریقے کے مطابق اکٹھے مان گئے۔ لیکن ان کے اندر سے کارکن پیدا ہوا تو گلی بنی۔ آپ کا کام کارکن ڈھونڈنا ہے، ان کی جگہ کام کرنا نہیں۔ اگر آپ ان کی جگہ کام کریں گے تو آپ گدھا بنیں گے اور آپ کی کمرٹوٹ جائے گی، جیسے حکومت پاکستان کی کمرٹوٹ گئی ہے۔

### کیا این جی او کے سروس چارج زیادہ ہیں؟

ملتان کی این جی او امید کے نمائندے خواجہ ضیاء نے کہا کہ بجک اپنے اچھے گاہک کو 35 پیسے فی ہزار پر قرض دیتے ہیں جبکہ ہم اپنے اچھے گاہک کو 55 پیسے یا 60 پیسے پر قرض دیتے ہیں حالانکہ ان کا گاہک نبٹا امیر اور ہمارا گاہک نبٹا غریب ہوتا ہے۔ کیا یہ بوجھ نہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ ایک تو بجک کے سروس چارج اب 35 پیسے فی ہزار سے بڑھ چکے ہیں دوسرے بجک سے غریب لوگوں کو قرضہ ملتا بھی نہیں ہے اور وہ مجبوراً سود خور سے 120% اور 200% پر قرضہ لیتے ہیں اور پیسے کی کی وجہ سے خام مال بھی کم کم ہی خریدتے ہیں۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ کو اپریٹوڑ بنائے جائیں۔ سارا گاؤں یا شرمن کر بچت کرے اور خود بجک بن جائے۔ اس بجک میں سب کا حصہ ہو اور سب کو اس سے قرض بھی مل سکتا ہو۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب ان لوگوں کے پاس زاید سرمایہ ہو جائے گا۔ بد قسمتی سے ہم نے کو اپریٹوڑ ختم کر کے غریبوں کے پیشے کا راستہ بند کر دیا ہے۔ امریکی فارم اس لئے زیادہ پیداوار دیتا ہے کہ اس میں زیادہ سرمایہ لگا ہوتا ہے اور کسان میکانی طریقہ استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں ملازم رکھنے کی بھی ضرورت نہیں آتی۔

### اوپی پی کا کریڈٹ پروگرام

اوپی پی کے کریڈٹ پروگرام کا حوالہ دیتے ہوئے انسوں نے چایا کہ ہمارا پہلا اصول یہ ہے کہ بسٹڈی نہیں ہو گی۔ بسٹڈی سے کام برپا ہوتا ہے۔ غریب لوگوں کیلئے میں فائدہ سروس چارج مسئلہ نہیں ہے۔ ان کا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں قرضہ نہیں ملتا اور سرمائی کی کی وجہ سے ان کو مالی نقصان ہوتا ہے۔ ہم قرضہ لینے والوں کو سمجھاتے ہیں کہ کم پیسہ لو اور جلدی واپس کرو۔ یہ اصول سمجھ کر لوگ ترقی کر گئے اور گدھا گاڑی سے سوزوکی تک آگئے۔ آپ غریب آدمی کی اس وقت تک مدد نہیں کر سکتے جب تک اس کو یہ سخت پیغام نہیں دیا جاتا کہ اس کو قرضہ واپس بھی کرنا ہو گا۔

\* بسٹڈی سے مراد گورنمنٹ یا این جی او کی طرف سے فراہم کی جانے والی وہ مالی اعانت ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو کسی سوالات کی اصل قیمت نہیں بلکہ رعایتی قیمت دینا ہوتی ہے۔

## ترقی کیسے ہو

ایک سوال کے جواب میں کہ کیونٹی کے روئے میں تبدیلی لانے کے لئے کیا کیا جائے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی پہلی بار نہیں لائی جا رہی۔ قوموں کے عروج و زوال کے طریقے سب کو معلوم ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان ترقی کرے تو ہمیں وہ کرنا ہو گا جو جرمی نے کیا ہے اور جلپاں نے کیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ان دونوں ممالک میں وسیع یہاں پر جاتی ہوئی۔ جنگ کے دوران کارخانے اور انفارسٹر کچھ تباہ ہو چکے تھے۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے محنت اور یکسوئی سے کچھ ہی سالوں میں دوبارہ اپنی حالت بہتر بنالی۔

### جرائمی اور بغلہ دلش

مارشل پلان کے تحت جرمی میں جتنا یہ ورنی سرمایہ بھیجا گیا بغلہ دلش میں 1978ء تک اس سے تین چار گنا سرمایہ آیا لیکن کچھ مقیبہ نہیں نکلا۔ ترقی دولت سے نہیں کارکنوں کے ظلوں اور محنت سے ہوتی ہے۔ کیونٹی ایسے اٹھتی ہے کہ آئیڈیلیست اٹھتے ہیں جو ایثار کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں اور کیونٹی ترقی کرتی ہے۔

چچاس کی دہائی میں ہارورڈ گروپ کو ریا، تائیوان، ہندوستان (مشرقی پنجاب) اور پاکستان میں کام کر رہا تھا۔ سانحہ کی وحائی کے آغاز پر پاکستان کا ترقی کا مائل دوسرے ملکوں کیلئے مثال کا درجہ رکھتا تھا اور لوگ ہمارے پاس سکھنے کیلئے آتے تھے۔ لیکن باقی سارے ممالک نے ترقی کی رفتار جاری رکھی اور ہم لوٹ مار کی وجہ سے یچھے جاتے گئے۔ فصل آباد اور چندی گڑھ کی زرعی یونیورسٹیاں امریکی یونیورسٹیوں کی طرز پر قائم کی گئیں اور ہمیں تیس لوگوں کو پی اچ ڈی کروائی گئی۔ چندی گڑھ زرعی یونیورسٹی نے جلد ہی مشرقی پنجاب میں زرعی انقلاب برپا کر دیا لیکن ہمارے ہاں یہ تجربہ ناکام ہوا۔ ہمارے تعلیمی نظام کا دیگر ممالک سے کوئی بیناواری فرق نہیں ہے لیکن ہم لوگ اس کو ناکام بنانے پر تسلی ہوئے ہیں۔ پارلیمانی نظام یہاں بھی ہے اور برطانیہ میں بھی لیکن ہمارے ہاں اس کو ٹھیک طرح سے چلایا نہیں جا رہا۔ پی آئی اے (PIA) لفتهانسا (Lufthansa) کی طرح کی ہی ایک فضائی کمپنی ہے لیکن جمال لفتهانسا ایک کارکن رکھتا ہے پی آئی اے ایک ہزار کارکن بھرتی کر لیتا ہے۔ ایسے میں ہماری فضائی کمپنی کیسے ترقی کر سکتی ہے۔

## کنزیو مرازم

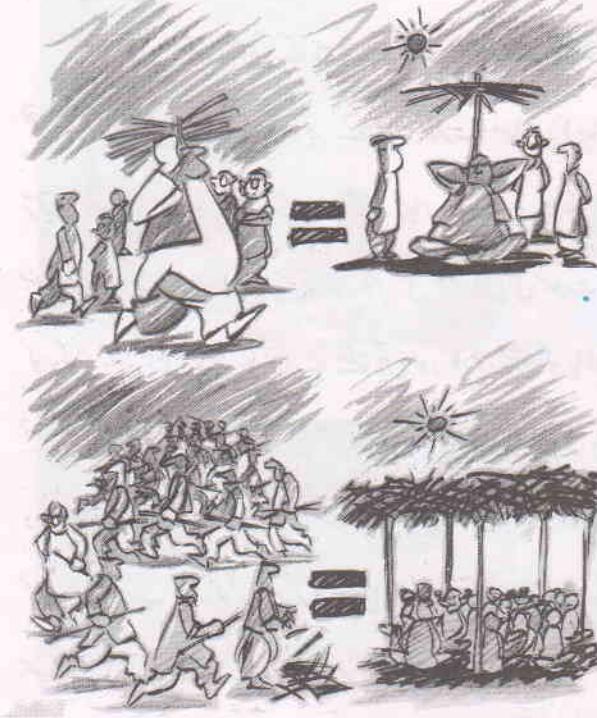
راولپنڈی میں لائف کے ساتھ کام کرنے والی این جی او انجمن فلاح و بہبود کی نائب صدر سعیدر اگل نے کہا کہ ایوب دور میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن دیبات میں پچھے بھٹو دور میں بست سے لوگ خلیجی ممالک سے زر مبارکہ کما کر لائے لیکن اس سرمائے سے صنعتیں لگانے کی بجائے ملٹی بیشنز کی کنزیو مرگذ خریدی گئیں۔ این جی اوز کے کام سے لوگوں کی آمدن میں اضافہ ہو گا تو کیا اس سے بھی کنزیو مرازم میں اضافہ نہیں ہو گا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر اختر حمید خان نے ایک حدیث کا حوالہ دیا جس میں بتایا گیا ہے کہ مغلی بست جلد کفر کی طرف لے جاتی ہے۔ اس لئے خوشحالی کو برائیں سمجھا جاتا۔ کنفیوشن کا کہنا بھی یہی تھا کہ لوگوں کو خوشحال ہونا چاہئے جبکہ گوتم بدھ کنزیو مرازم کے خلاف تھا۔ لیکن ایک فقیر کو قائم رکھنے کیلئے سوکھان درکار ہوتے ہیں۔ عام آدمی کبھی کنزیو مرازم کے خلاف نہیں رہا نہ ہی ہمیں اس کے خلاف ہونے کی ضرورت ہے۔

## کفایت شعاراتی کامیابی کیلئے ضروری ہے

بیشن سلیکشن کمپنی کی رکن سارہ جاوید نے کہا کہ اگر کام کے دوران کسی ادارے کو ملنے والی مدد ختم ہونے لگے تو کارکنوں کا جذبہ دم توڑنے لگتا ہے۔ ایسے میں ادارہ کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ اور اگر وہ ادارہ وہاں سے نکل جائے تو کمیونٹی کام کو کیسے جاری رکھ سکتی ہے؟ اسی طرح لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ کے آصف فاروقی نے کہا کہ ڈونرز کی امداد آنے سے پہلے این جی او کو کچھ کر کے دکھانا پڑتا ہے۔ اس کام کیلئے پیسے کھان سے آئیں گے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مقامی لوگوں کی مدد سے ہی کام چلے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے تنیسرہ کی کہ جو لوگ این جی او کو شان والا کام سمجھ کر اس امید میں آ رہے ہیں کہ یہاں گاڑیاں میں گی اور پیسے ملے گا وہ این جی او ضرور فیل ہوں گی، حکومت پاکستان کی طرح جو کہ شاہ خرچیوں کی وجہ سے دیوالیہ ہو چکی ہے۔ البتہ جو لوگ اسے خدمت کے جذبے سے کر رہے ہیں اور سادگی اور کفایت شعاراتی کو اپنائے ہوئے ہیں اور سخت وقت میں ہمت نہیں ہارتے ان کے ادارے قائم رہیں گے۔

## دارالعلوم دیوبند کی مثال



دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم نانوتوی کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مولانا نے اپنی وصیت میں ادارے کی انتظامیہ کو ہدایت کی تھی کہ کبھی حکومت سے مدد ملت لینا بلکہ غریب آدمیوں سے چندے لے کر ادارے کو چلانا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ 1947ء میں دیوبند گئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہاں کے پوسٹ آفس میں روزانہ چار آنے آٹھ آنے کے بے تحاشا منی آڑو آتے جن سے وہ ادارہ چلایا جا رہا تھا۔ دارالعلوم دیوبند اپنی اسی پالیسی کی وجہ سے ابھی تک قائم ہے۔

## حکومت بدلتا این جی او ز کا کام نہیں

این جی او کے کچھ کارکن یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو حکومت بدلتے میں کروار ادا کرنا چاہئے۔ یہ رویہ درست نہیں ہے۔ جموروی نظام میں ووڑہی حکومت بدلتے کا حق رکھتا ہے۔ این جی او لابنگ کر سکتی ہے، مجاز آرائی نہیں۔ لابنگ کرنا بھی خاص قسم کی این جی او ز کا کام ہے، ترقی کے عمل میں معروف این جی او ز کا کام سیاست کرنا نہیں ہے۔ ہمیں اور انگلی کے کچھ کو نسلروں نے کہا کہ تم ہمارے علاقے میں کام کیوں کر رہے ہو، ہم تمہاری تائگیں توڑ دیں گے تو ہم نے ان کو یہی جواب دیا کہ آپ لوگ ہی ان کے نمائندے ہیں اور اگر آپ ہمیں کہیں گے تو ہم آپ کے علاقے میں آئیں گے ورنہ نہیں۔ آخر ایک دن انہوں نے ہمیں اپنے علاقے میں کام کرنے کیلئے بلایا۔

جب اسرائیل بناتے ہیں جو کہ آئیڈیلیست ادارے تھے جن میں بھی ملکیت نہیں تھی۔ لوگوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کی جاتی تھیں جیسے خلقہوں میں ہوتا ہے۔ نوجوانوں کیلئے ان اداروں میں بہت کشش تھی اور وہاں گزاری ہوئی سال چھ میں کی مدت ان کی زندگی کے یادگار دنوں میں شمار ہوتی تھی۔ ان اداروں سے نوجوان ایک نئے آئیڈیل، نئی دنیا کے نمائندے بن کر نکلتے اور پھر کوئی ان کے نظریات کو ہلا نہیں سکتا تھا۔ برا اور تھائی لینڈ میں بھی اسی طرح نوجوانوں کو ایک ہفتے کیلئے خلقہ میں وقت گزارنا ہوتا ہے۔ یہودی امریکی فیصلہ سازی پر اثر انداز ہونے کیلئے منظم طور پر لابنگ کرتے ہیں اور ووڑوں کی رائے بنانے پر بے تحاشا پیسہ خرچ کرتے ہیں۔

## منظور کالوںی کا نالہ

کراچی میں منظور کالوںی کے پاس سے ایک برا گندانالہ گزرتا ہے جس میں ڈینفس وغیرہ سے آنے والی کافی ساری گندگی گزرتی تھی اور مقامی آبادی کو اس کی وجہ سے بہت سارے مسائل کا سامنا تھا۔ کراچی میٹروپولیشن کارپوریشن اور سیورن بورڈ نے ایشیائی ترقیاتی بُک کی مالی و تکنیکی مدد سے چپاس کوڈ روپے کی لگت سے اور کمی گھر توڑ کر اس نالے کو دوبارہ ڈیزاں کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ ایک برا منصوبہ تھا اور ہم کسی طور اس کی حمایت نہیں کر سکتے تھے لیکن ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم اس کو رکواہ ہم تمہیں پوشربنا کر دے سکتے ہیں اور کارپوریشن کو نیا اور بہتر ڈیزاں بنانا کر دے سکتے ہیں لیکن ہم حکومتی اداروں سے لڑ نہیں سکتے۔ لوگوں نے خود جلوس نکالے اور کارپوریشن کو ان کی بات سمجھ آگئی۔ ایشیائی ترقیاتی بُک نے بھی ہماری بات مان لی اور وہ منصوبہ آئندہ کوڈ روپے کی لگت سے مکمل ہو گیا۔ ہمارے تیار کئے ہوئے ڈیزاں میں کسی گھر کو توڑنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ جب تک لوگ سرگرم نہیں ہوں گے کوئی ادارہ تبدیل نہیں ہو گا۔ این جی او کے پاس علم اور تحقیق کی طاقت ہے۔ ہم مقابل ڈیزاں کے ذریعے اداروں پر اثر انداز ہوں گے۔

## مہنگے منصوبے ترقی کی ضمانت نہیں

بحث کے دوران ایشیائی ترقیاتی بُک کے ایک منصوبے کا ذکر ہوا جس کے ذریعے 36 ملین ڈالر سے تین سو سو ستمت میں حفاظان صحت اور صاف پانی کی فراہمی کا پروگرام چلایا جا رہا ہے اور اس کے لئے ایک یورپی کمپنی کے مہنگے کنسلنٹ رکھے گئے ہیں۔ ڈاکٹر اختر صید خان نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے قبل سندھ میں اسی طرح کا ایک پروگرام چلانے کی کوشش کی گئی جس میں پیپنگ سینیشن بنا کر دیئے گئے لیکن وہ نہیں چلے۔ اسی طرح SAP پروگرام کے تحت سکول اور بنیادی صحت کے مراکز بنائے گئے لیکن وہ بھی صرف عمارتوں تک محدود ہیں، چل نہیں رہے۔ اسی طرح بوفورز نے بلدیہ کراچی کیلئے چالیس کوڈ کے بڑے نالے بنائے جن کے ساتھ سات گھر بھی نہیں جڑے ہوئے۔ ان پروگراموں کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عوام کی شرکت ضروری نہیں کبھی جاتی نہ ہی ان کی اصل ضروریات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ صرف پیسے خرچ کر دیئے جاتے ہیں جن میں سے ستر فیصد رقم مختلف لوگوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے اور باقی تیس فیصد ناقص منصوبوں کی نذر ہو جاتی ہے۔ پنجاب میں آب پاشی کا نظام رڑکی کے تربیت یافتہ انجینئرز نے ڈیزاں کیا اور وہ ابھی تک چل رہا ہے۔ باہر کے کنسلنٹ جدید علم تو رکھتے ہیں لیکن ان کو مقامی صورتحال کا اور اک نہیں ہوتا اس لئے ان کے بنائے ہوئے منصوبے ناقص ہوتے ہیں اور مطلوبہ نتائج فراہم نہیں کرتے۔ ورلڈ بُک اور یو این ڈی پی اب ایک نیا ماذل RWSG-SA چلا رہے ہیں جس کی بنیاد یہ ہے کہ اندروںی کام لوگ خود کریں اور بیرونی کام حکومت کرے۔ حکومت کو نالے بنانے چاہئیں اور لوگ اپنی تالیوں کو اس کے ساتھ ملائیں اور اس کی حفاظت کریں۔ مقامی شرکت اور گمرانی کسی بھی منصوبے کی کامیابی کیلئے اخذ ضروری ہے۔



و تقہ سوالات و جوابات

### سچ کے سو میٹھا ہو

لاہور سینی ٹیشن پروگرام کے آعف فاروقی نے بتایا کہ وہ لاہور میں گھروں سے کچرا اکٹھا کر کے اس کی چھانٹی کرتے ہیں اور کچھ چیزیں Recycle کرواتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ دو سال سے یہ کام کر رہے ہیں اور اس وقت پانچ ہزار گھروں سے کچرا اکٹھا کر رہے ہیں۔ وہ زیادہ آمدن کے علاقے سے 100 روپے اور کم آمدن والے علاقے سے 25 روپے فی گھر لیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کارپوریشن کے کارکنوں کی طرف سے انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس پروگرام کو مزید پھیلانا بھی چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا کہ پروگرام کی کامیابی کیلئے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آپ مزید دو سال تک اس کو چلائیں اور دو دو قین میں محلہ کر کے اس کو پھیلاتے جائیں۔ اعتماد قائم ہونے میں وقت لگتا ہے۔ سارے لوگ اکٹھے شامل نہیں ہوں گے۔ نہوں نے چھ میئنے میں ڈھانی ہزار کوپریٹو بنائے تھے جو کہ چھ ماہ میں ختم ہو گئے تھے۔ ادارے بنانے میں جلدی کرو گے تو ادارے نہیں بن سکیں گے۔ جب آپ نیا کام کرتے ہیں تو بت کم لوگ اس کا ساتھ دیتے ہیں لیکن اس کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے آہست آہست مزید لوگ شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور گئی میں ہم نے اخبارہ سال لگائے ہیں اور اب جا کے یہ صورتحال ہوئی ہے کہ گندی گلی اور فقیر ڈھونڈنے سے ملتے ہیں۔ مجھے اس سے اطمینان قلب حاصل ہوا ہے۔ اور کسی چیز کی مجھے خواہش بھی نہیں۔ ”گفتگو کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنی نظم ”سرگوشیاں“ سنائی جسے بے حد پندرہ کیا گیا۔

## سرگوشیاں

بجھے اکثر نظر آتے ہیں کچھ آہار ایسے بھی  
خزاں کی ریگ میں موج بمار آ جائے گی، ہدم  
نہیں جس شاخ پر سوکھے ہوئے دو چار پتے بھی  
وہ ہی گھنائے رنگ سے لبرائے گی، ہدم

نیم نرم روکرتی ہے یوں سرگوشیاں مجھ سے  
کہ گوش دل میں غچوں کی چٹک معلوم ہوتی ہے  
کہا کرتی ہیں آدمی رات کی خاموشیاں مجھ سے  
”ترے دل میں محبت کی کھنک معلوم ہوتی ہے

گزر جائے گی یہ لوکی لپٹ، یہ آندھیاں کالی  
یہ پلا آسمان، یہ آفتاب گرم کی چشمک  
چلیں گی شبتم آکودہ ہوائیں، چال متواں  
گھنائیں چھائیں گی گھنگور، مینے بر سے گاپروں تک

گوارا ہو گئیں شیریں بیوں کی تتخیاں کیوں کہ  
وہ تتخی میں بہت شیریں ادا سے کام لیتے ہیں  
ابھی عشق کو باقی ہے تب امتحان کیوں کہ  
قدم جب ڈمگاتے ہیں تو بازو ہام لیتے ہیں

ہوئی مدت کہ دیرانے میں ایک ایک ایسٹ چلتا ہوں  
ہنسا کرتی ہے میری سی لاحاصل پہ بربادی  
مگر میں جھٹپٹے کے وقت ایک آواز سنتا ہوں  
”کہ ہو جائے گی اس سنسان وادی میں بھی آبادی

ہمیں مطلق نہیں پروا اگر دبرہ ہمارا ہو  
تغافل کیش و بداندیش و کج خلق و جفا پیشہ  
ابھی تو ابتدائے عشق ہے ہاں، دیکھنے کیا ہو  
بڑے ساحر ہوا کرتے ہیں عشق و فا پیشہ

جگر کے خون سے سیراب ہو کر آرزو تیری  
فصیل و گنبد و بیمار کی صورت میں نکلے گی  
اگر تیری تمنا دشت میں ثابت قدم نکلی  
تو بے شک روضہ و گلزار کی صورت میں نکلے گی“

یہ شب کو جانے والے، یہ تہائی کے شیدائی  
یہ صورت گر، یہ غارت گر، یہ دیوانے، یہ فرزانے  
شکستہ دل، پریشان مو، یہ نکتہ چیں تماشائی  
بٹھایا ہے انیں آنکھوں پہ آخر کار دنیا نے

## دوسرہ اجلاس: پاکستان کی تبدیل ہوتی ہوئی شری صورتحال۔ جناب رضاعلی کی گفتگو

جناب رضاعلی نے کہا کہ پاکستان کی تبدیل ہوتی ہوئی شری صورتحال نئی ترقیاتی سوچ کا تقاضا کرتی ہے۔ شروں کی آبادی میں اضافے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان سے قبل لاہور اس علاقے کا سب سے بڑا شری تھا لیکن 1947ء میں بڑے پیمانے پر ہونے والی ہجرت کی وجہ سے 1951ء میں کراچی کی آبادی لاہور سے زیادہ ہو گئی۔ البتہ اس وقت پاکستان کے کسی شری کی آبادی دس لاکھ یا اس سے زیادہ نہیں تھی۔ گذشتہ چالیس سالوں میں شروں کی طرف نقل مکانی اور زیادہ شرح آبادی کی وجہ سے اس وقت پاکستان کے سات شروں کی آبادی دس لاکھ سے زائد ہو گئی ہے۔ شری میں نقل مکانی کر کے آنے والا روزگار ملتے ہی اپنے خاندان کو بھی لے آتا ہے اور نئی حاصل شدہ خوشحالی کی وجہ سے بہت سے بچے پیدا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے شروں کی آبادی بہت زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق ستر اور اسی کی دہائیوں میں میکسیکو سے امریکہ آنے والے لوگوں نے پیچھے میکسیکو بیٹھے ہوئے اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بچے پیدا کئے۔

پاکستان میں شری نظام نے سب سے زیادہ ترقی پنجاب میں کی ہے۔ سندھ میں اڑتالیس فیصد لوگ شروں میں رہائش پذیر ہیں لیکن ان میں سے 73% صرف تین شروں میں قیام پذیر ہیں۔ اس کے برعکس پنجاب میں چھوٹے بڑے شروں کا جال بچھا ہوا ہے جن میں سے پانچ شروں (لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، گوجرانوالہ، ملتان) کی آبادی دس لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے جبکہ انیس شرایے ہیں جن کی آبادی ایک لاکھ سے پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ وسطیٰ پنجاب میں بہت تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شری موجود ہیں جو کہ ایک مریوط شری نظام کا حصہ بنتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں پنجاب کے شمال میں راولپنڈی اور جنوب میں ملتان کا اپنا ایک مقامی شری نظام ترتیب پا رہا ہے۔ چونکہ تاریخی طور پر اور زمانہ حال میں پنجاب ہی ایک چیلے ہوئے اور ترقی یافتہ شری نظام کا مرکز ہے اس لئے جناب رضاعلی نے اپنی گفتگو کی بنیاد پنجاب کے شری نظام پر رکھی۔

### اندرون شر

پنجاب کے تمام پرانے شروں میں ایک اندرون شر موجود ہے جس کے اپنے مخصوص مسائل ہیں جو کہ مضافاتی اور کچی بستیوں سے مختلف نوعیت کے حال ہیں۔ اب تک کمیونٹی کی سطح پر ہونے والا بیشتر کام مضافاتی اور کچی آبادیوں میں ہوا ہے، اندرون شر میں کوئی قابل ذکر کام دیکھنے میں نہیں آتا۔ جناب رضاعلی کے خیال میں اندرون شر میں کام کرنے کیلئے اور گنگی کے تجربے سے حاصل ہونے

والے اصول تو اپنائے جاسکتے ہیں لیکن اوپی پی کا مائل من و عن لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ اندر ورن شر میں تاریخی اہمیت کی حامل بہت ساری عمارتیں پائی جاتی ہیں جنہیں پر اپڑی کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے مسماں کیا جا رہا ہے اور ان کی جگہ پلازے اور نئے گھر بنائے جا رہے ہیں۔ اس تاریخی ورثے کی حفاظت کیلئے بیرونی ماہرین سے بھی مدد لی جاتی رہی ہے لیکن وہ اسے اینٹ گارے سے زیادہ نہیں سمجھ سکے۔ اندر ورن لاہور میں برتاؤ فرموں کے کنسٹنٹ تاریخی ورثے کو محفوظ کرنے میں ناکام رہے کیونکہ ان کا پروگرام ناقص تھا۔ ان علاقوں میں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ رہی ہے کہ جماں جماں پانی، خصوصاً سیور ٹیچ، موجود تھا، وہاں پر انی عمارتوں کو ناقابلِ حلاني نقصان پہنچا ہے۔

## غربت

شری مسائل میں سب سے اہم غربت کا مسئلہ ہے اور ڈوزز بھی اس کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ غربت دو طرح کی ہے: غربت بوجہ غربت اور غربت بوجہ غلط تقسیم وسائل۔ یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے اور اس کا حل بھی سیاسی ہے۔ اس کو آپ صرف قرضوں کی فراہمی سے ختم نہیں کر سکتے۔ غربت کے دوسرے پہلوؤں میں تبدیلی لائے بغیر اور حقوق کی بات کے بغیر قرضے دیئے چلے جانے سے ظالمانہ نظام (گھر کے اندر اور معاشرے میں) مزید مضبوط ہوتا جائے گا۔ غربت کا ایک پہلو روزگار کی فراہمی، دوسرا سرونسز کا مہیا ہونا، تیرانا نظام حکومت، چوتھا خواتین کا مقام (جو کہ سب سے زیادہ اہم ہے) اور پانچواں کمزوروں کے حقوق ہے۔ یو این ڈی پی کے لائف پروگرام اور شری علاقوں کیلئے کام کرنے والے دیگر اداروں کو ان سب پر توجہ دینی چاہئے۔

## عورتوں کا قتل

گذشتہ برس میو ہپتال میں آگ لگنے کی وجہ سے لائی جانے والی عورتوں کے بارے میں تحقیق کرنے سے پہلے چلا کہ صرف تین مہینے کے عرصے میں عورتوں کے جلنے کے بیالیں و اتعات ہوئے اور سوائے ایک کے تمام کو قتل کرنے کی غرض سے آگ لگائی گئی تھی۔ یہ تمام عورتیں آخر کار مر گئیں لیکن کسی ایک کیس میں بھی کپی FIR نہیں بنی نہ ہی قاتلوں کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی۔ شروں کے حقوق میں عورتوں کے حقوق بھی شامل ہیں اور انسانی حقوق کے سلسلے میں کام کرنے والی این جی اوز کو اس انسانی مسئلے پر مناسب توجہ دینی چاہئے۔

## گلی کے بچے

شروع کا ایک اہم مسئلہ گلی کے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ آٹھ نو سال کی عمر میں اپنے گھروالوں سے جدا ہونے والے یہ بچے

گلی یا دکان وغیرہ میں سوتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمین کی ملکیت کا مسئلہ اور انفارسٹ پر بھی شروں کے اہم مسائل ہیں۔

## پیکیج بنانے کی کوئی ضرورت نہیں

این جی اوز اور ڈونز کو مرطوط ترقیاتی پروگرام چلانے کی بجائے آزاد پروگرام چلانے چاہئیں اور ایسا کرتے ہوئے کسی فارمولے، پیکیج یا مائل کی پیروی نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہر مسئلے کو اس کی اپنی نوعیت کے مطابق حل کرنا چاہئے۔ اسی طرح ہر علاقے کے اپنے مسائل ہیں اور وہاں کے لوگوں کی ضروریات زندگی کے بارے میں آزاد اور مختلف آراء ہیں۔ جنوبی پنجاب کے غریب اور صنعتی علاقوں کے قریب رہنے والے غریب کے مسائل مختلف ہیں۔ لاہور۔ شخونپور۔ فصل آباد کے اردوگرد کی دیکی آبادیوں کی ضروریات زندگی کے حوالے سے سوچ شری آبادی کے زیادہ قریب ہے۔ یہ کلائیکی دیکی علاقے نہیں ہیں اور ان کے لئے بنائے جانے والے پروگرام جنوبی پنجاب کیلئے بنائے جانے والے پروگرام سے مختلف ہونے چاہئیں۔

## سوالات و جوابات

○ رضا علی صاحب سے پوچھا گیا کہ زرعی زمینوں پر شری بستیوں کی تعمیر کو وہ اہم مسئلہ کیوں نہیں سمجھتے جبکہ یہ زمین دیکی زمین کی نسبت زیادہ زرخیز ہوتی ہے اور اس پر آبادیاں بنانے سے قوی آمدن میں کمی واقع ہوتی ہے۔ جناب رضا علی نے جواب دیا کہ شری علاقے کی فی مریعہ فٹ پیداواری آمدن زرعی علاقے سے کمی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے زرعی زمینوں پر شری بستیوں کی تعمیر سے مجموعی قومی پیداوار میں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ زرعی اراضی پر صنعتی اور رہائشی تعمیرات ماحولیاتی حوالے سے قبل اعتراض ہیں۔

○ میونسل کمیٹیوں کی بیشتر آمدن شری علاقے میں چیزوں کی آمدورفت پر لگائے جانے والے نیکس سے حاصل ہوتی ہے۔ رضا علی صاحب سے پوچھا گیا کہ اگر یہ خبر درست ہے کہ چوگی کا نظام ختم کیا جا رہا ہے تو کیا شری علاقوں کی ترقی پر اس سے براثر نہیں پڑے گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ چوگی ایک برائیکس ہے اور غنڈہ نیکس کی طرز پر لگایا جانے والا یہ نیکس چیزوں کی آزاد آمدورفت میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔

## تریکیتی کام کا مشاہدہ (Field Visit)

15 نومبر کی سہ پرور کشاپ کے شرکاء نے فیصل آباد کے علاقوں ڈھنڈی والا، حسن پورہ اور شاداب کالوں میں چلنے والے ترقیاتی منصوبوں کا دورہ کیا۔

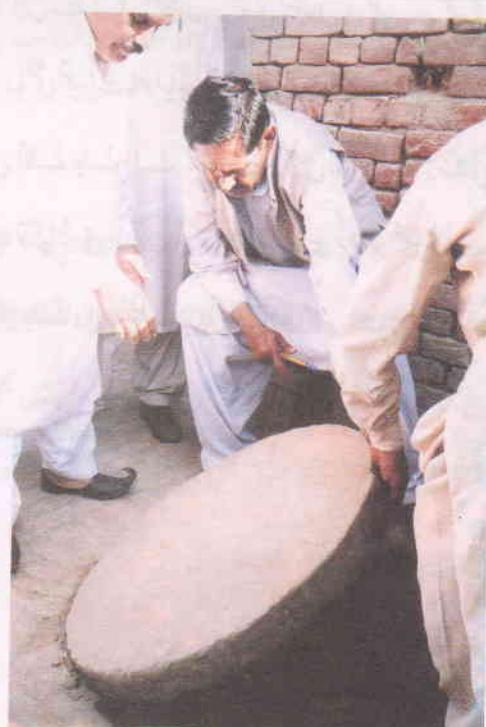
### پسمندہ علاقوں کی ترقی کا مریوط پروگرام

فیصل آباد کی این جی اور "انجمن سماجی بہبود" ڈھنڈی والا اور حسن پورہ میں اوپی پی کراچی کے ماؤنٹ کو استعمال کرتے ہوئے قرضوں کی فراہمی، صحت عامہ، آب رسائی، نکاسی آب اور درخت لگانے کا کام کر رہی ہے جس میں اسے ادارہ ترقیات اقوام متحده کی مالی مدد بھی حاصل ہے۔

#### انجمن سماجی بہبود - فیصل آباد

شرکاء کو بتایا گیا کہ یہ تنظیم 1964ء میں بنی تھی لیکن فلاہی طریق کار اور سیاسی رہنماؤں پر تکلیف کرنے کی وجہ سے تمیں سال تک اس نے کوئی قابل ذکر ترقیاتی کام نہیں کیا۔ 1987ء میں اوپی پی کے مشیر جناب عارف حسن کے کنے پر تنظیم کے بانی جناب نذری احمد وٹونے اوپی پی کا دورہ کیا اور تنظیم کے مقاصد میں تبدیلی کرتے ہوئے پسمندہ علاقوں کی دیرینا ترقی کا مریوط پروگرام شروع کیا جس میں مقامی لوگوں کی مالی اور عملی شرکت کو نمایادی حیثیت حاصل ہے۔ 1994ء میں شروع ہونے والے اس کام کیلئے حسن پورہ کو چنا گیا۔ حسن پورہ کے لوگوں کو اس وقت دو بڑے مسائل کا سامنا تھا۔ علاقے میں عل کے ذریعے پانی کی فراہمی کا کوئی بندوبست نہیں تھا جس کی وجہ سے گدھا گاڑی کے ذریعے پانی لایا جاتا اور علاقے کے لوگوں کے پاس منگے داموں فروخت کیا جاتا۔ کچھ لوگوں نے بُوب ویل بھی لگائے ہوئے تھے جو محلی سے چلتے تھے۔

اس سارے بندوبست پر سالانہ تقریباً 73 لاکھ روپے لاگتے آ رہی تھی۔ علاوہ ازیں علاقے میں گندے پانی کی نکاسی کا کوئی بندوبست نہیں تھا جس کی وجہ سے علاقے میں تعفن اور بیماریاں پھیل رہی تھیں اور مکانوں کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ انجمن سماجی بہبود نے ان مسائل کا تدارک کرنے کیلئے مقامی لوگوں کو منظم کیا اور انہیں مقامی وسائل برائے کار لانے پر آمادہ کیا۔ سارے کام کا بندوبست حسن پورہ کے لوگوں کے پاس تھا جبکہ تنظیم نے ان کو تکنیکی مدد فراہم کی۔ گذشتہ چار سالوں کے دوران اس علاقے میں 127 ایسی گلیاں



بنا جا چکی ہیں جن میں آب رسانی اور نکای آب کا بندوبست موجود ہے، گلیاں پکی کی جا چکی ہیں اور کہیں گند پانی نظر نہیں آتا۔ آب رسانی کیلئے 6 انچ قطر کا پاپ ڈالا گیا جس کے ابتدائی اخراجات کیلئے اوپی پی نے دو لاکھ روپے کا قرضہ فراہم کیا۔ نکای آب کیلئے تنظیم نے اوپی پی کی مدد سے ایک انوکھا اور کم لامگت گھر ڈیناں کیا جس کی وجہ سے سیورٹی کی بڑی لائن میں پانی کے سوا کچھ نہیں جاتا اور یوں سیورٹی لائن کبھی بند نہیں ہوتی۔ گھر کا پانی اور دیگر فضلے گلی میں موجود گھر میں جاتا ہے جس میں ایک پاپ لگا ہوتا ہے جس میں پانی ایک خاص سطح تک رہتا ہے اور اپر سے نیچے جانے کی بجائے نیچے سے اپر ہو کر ایک طرف سے باہر (بڑی لائن میں) چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے ٹھوس فضلہ بغیر حل ہوئے بڑی لائن میں نہیں جا سکتا۔ یہ کام لوگوں کے اپنے پیسے ہوا اور ادارے کی طرف سے کسی قسم کی بسٹی نہیں دی گئی۔ ادارے نے صرف انہیں کام کرنے کیلئے تیار کیا اور ایک انوکھا اور کم لامگت ڈیناں بنا کر دیا جس کی وجہ سے سیورٹی کیلئے فی گھر صرف 650 سے 800 روپے اور پانی کی فراہمی پر فی گھر 1300 سے 1500 روپے لامگت آئی۔



# ترقی کے مراحل



7



1



8



2



9



3



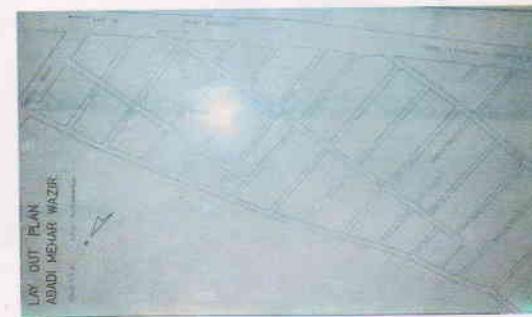
10



4



11



5



12



6

## فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پرو جیکٹ کا دورہ

حسن پورہ کے بعد درکشاپ کے شرکاء نے شاداب کالونی میں مقامی آبادی اور FAUP کے تعاون سے تیار ہونے والے پبلک پارک کا دورہ کیا۔ پارک کی جگہ آبادی کے اصل نقشے میں شامل تھی لیکن زمین کے پرانے مالک باقی جگہ فروخت کرنے کے بعد یہاں پر بھی کچھ عمارتیں بنانا چاہتے تھے۔ البتہ بستی کے مکینوں کی سخت مزاحمت کی بنا پر وہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن اس کے باوجود یہیں سال تک اس جگہ پارک نہیں بنایا جاسکا۔ FAUP اور مقامی آبادی کے تعاون سے اب یہاں پر ایک خوبصورت پارک بنایا جا چکا ہے، مٹیٹ لائسٹ، گیس اور سیوریٹی کی فراہمی کا بندوبست ہو چکا ہے، بستی سے تمام تجاوزات ہٹانے کے لئے ہیں، مین روڈ بن چکی ہے اور مختلف بل جمع کروانے کیلئے یوتیلنی مل کاڈنر بنایا گیا ہے۔ FAUP اب تک اس طرح کے ستر منصوبے مکمل کر چکا ہے جن پر تنقیص لاکھ روپے سے زائد لاگت آئی۔ پروگرام کی کامیابی سے حوصلہ پا کر حکومت اب پورے فیصل آباد میں FAUP کا مائل استعمال کرتے ہوئے ایک ارب روپے کا ترقیاتی پروگرام شروع کر رہی ہے۔ ادارہ اپنے تجربات کی روشنی میں کیس سٹڈیز تیار کر رہا ہے جس سے مستقبل کی منصوبہ سازی میں مدد ملے گی۔

## تیرا اجلاس: غور و فکر (Brain Storming)

درکشاپ کے دوسرے روز کیلئے پہلے سے کوئی پروگرام طے نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کو شرکاء کی صوابید پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ لہذا 15 نومبر کی شب اس سلسلے میں غور و فکر کرنے کیلئے ایک محضرا جلاس ہوا۔ لائف کے نیشنل کوارڈی نیٹر جناب فیاض باقر نے شرکاء کو بتایا کہ جناب اختر حمید خان صبح کے اجلاس میں موجود ہوں گے اور مختلف این جی او ز کے تجربات اور کام کے دوران پیش آنے والی مشکلات کے حوالے سے بات چیت میں حصہ لیں گے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ اس کے بعد فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پرو جیکٹ کے نمائندے اپنے منصوبے کے بارے میں بتائیں گے اور آخر میں اجتماعی مکالہ ہو گا۔ نیشنل کوارڈی نیٹر کا خیال تھا کہ ہمیں اس مکالے کیلئے پہلے سے موضوعات معین نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ اس سے ہم گفتگو کو محدود کر لیں گے اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شرکاء کے ذہن میں اٹھنے والے اہم سوالات پر بحث نہ ہو سکے۔ ایک رائے یہ بھی تھی کہ اس طرح بغیر موضوع طے کئے مکالہ کرنے سے با مقصد گفتگو نہیں ہو سکے گی لیکن اکثر شرکاء کا خیال تھا کہ چونکہ تقریباً تمام شرکاء اپنے اپنے علاقوں میں ترقیاتی سرگرمیوں سے مفلک ہیں اور ان کے مسائل اور تجربات میں کافی چیزیں مشترک ہیں اس لئے ان پر گفتگو کرتے ہوئے خود ہی کوئی نہ کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔ لہذا مکالے کیلئے پہلے سے کوئی موضوع طے نہیں کیا گیا۔

## چوتھا اجلاس: اجتماعی مکالمہ

16 نومبر 1998ء کو صبح 9 بجے اجتماعی مکالمہ ہوا۔ شروع میں ڈاکٹر اختر حمید خان بھی اس اجلاس میں موجود تھے۔ ان کی بات چیت کے تسلسل کو لمحوں خاطر رکھتے ہوئے ان کی دونوں روز کی گفتگو شروع کے حصے میں دے دی گئی ہے۔ اجتماعی مکالمے میں تقیریاً تمام شرکاء نے حصہ لیا لیکن ذیل میں صرف مخصوص سائل کے حوالے سے کی گئی بحث کی کارروائی دی گئی ہے۔ دوسرے روز ورکشپ کے شرکاء کو فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پر اجیکٹ کے بارے میں بھی بتایا گیا لیکن اس پروگرام کی نوعیت چونکہ لائف منصوبوں سے مختلف ہے اس لئے اس کی تفصیل رپورٹ کے آخر میں ضمیمے کی صورت میں دی گئی ہے۔

1- سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا گیا کہ حکومت کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھا جائے اور این جی اور کس طرح حکومت کے ساتھ مل کر کام کر سکتی ہے۔ لاہور میں تجارتی بنیادوں پر کچھ اجتیح کرنے والے ادارے لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ کے جناب آصف فاروقی نے کہا کہ انہیں کارپوریشن کے عملے کی جانب سے مراجحت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کی جگہ لے لیں گے اور آخر کار ان کی چھٹی کر دی جائے گی۔ نوبل ڈیز فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر اشرف صاجزاہ نے سی ڈی اے کے ساتھ اپنے تجربے کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں مشورہ دیا کہ کارپوریشن کے عملے سے جھگڑا کرنے کی بجائے ان کو اپنے کام میں شامل کریں اور ان کے کام کی قدر شناسی کرتے ہوئے ان کو تعریفی خطوط دیں۔ ٹیشن سلیکشن کمپنی کے رکن ڈاکٹر جماں گیر درانی نے کہا کہ اگر آپ فی گمر 100 روپیہ لینے کے بعد کارپوریشن کے خاکروپ کو اس میں سے 10 روپے دے دیں اور اس سے سارا کام کروائیں تو جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس بات پر تمام شرکاء کا اتفاق تھا کہ این جی اوز کو حکومت اور حکومتی عملے پر تقدیم نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس سے مخاصمت بڑھتی ہے۔ اس کی بجائے متعلقہ حکومتی اداروں کے ساتھ مکالمے کا آغاز کرنا چاہئے تاکہ مل جل کر کام کرنے کی بنیاد ڈالی جاسکے۔

2- یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اوقات حکومت اور این جی اور اکٹھے یا آگے پچھے ایک ہی کام شروع کر دیتے ہیں یا حکومتی کارندے این جی اور کی لائن اکھاڑ کرنی لائن ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر بات کرتے ہوئے اوپی پی کے ڈاکٹر یکٹر جناب انور راشد نے کہا کہ این جی اور کو حکومتی اداروں کے ساتھ مکالمے کے ذریعے یہ طے کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ بڑا کام حکومت کرے گی اور لائن لوگ ڈالیں گے۔ سندھ کمی آبادیز اتحاری کے ڈاکٹر یکٹر جناب جناب تینیم صدیقی نے کہا کہ جب تک آپ نے کسی آبادی میں خاطر خواہ کام نہیں کیا اور لوگ آپ پر اعتبار نہیں کرتے اس وقت تک آپ حکومتی محکمے سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر آپ نے واقعی اس علاقے میں کام کیا ہے اور لوگوں کو اس میں شریک کیا ہے تو وہ حکومتی اہلکاروں کو بتائیں گے کہ یہ کام ہم نے کیا ہے۔ لوگ اپنا پیسہ صائع نہیں ہونے دیں گے۔ فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پر اجیکٹ (FAUP) کے جناب محمد شاہد محمود نے کہا کہ این

بھی او کو پروگرام بناتے وقت حکومت سے بات کرنی چاہئے۔ اس کے بعد کام کی سہ ماہی پیشافت سے بھی حکومت کو آگاہ کرتے رہنا چاہئے اور کام مکمل کر کے حکومت کے ریکارڈ میں اس کا اندر اج کروانا چاہئے تاکہ حکومت اس کام کیلئے نیا منصوبہ نہ بنائے اور نہ ہی کوئی بد عنوان الہکار اسے حکومت کے کھاتے میں ڈال کر اپنی ذاتی خوشحالی کا بندوبست کرے۔ لائف کے نیشنل کوارڈی نیٹر جناب فیاض باقਰ نے کہا کہ این جی او کو نکیسی کی طور پر بہتر کام کرنا چاہئے۔ صرف اسی صورت میں حکومتی ملکے این جی او کی بات سنیں گے۔ FAUP کے کنسٹنٹ جناب اعجاز احمد نے کہا کہ میکرو یوں پر این جی او کا کردار تعین کیا جا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں جناب تسمیم صدیقی نے کہا کہ یہ بات این جی او کی سپرٹ کے خلاف ہے۔ این جی او بنتی ہی اس وجہ سے ہے کہ حکومت اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی ہوتی۔ این جی او کا بنیادی کام لوگوں کے کام لوگوں سے کروانا ہے، یہ خیراتی اوارے نہیں ہوتے نہ ہی ان کے ذریعے حکومت یا ڈوزر کا پیسہ انفارسٹرپھر خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ این جی او کو لوگوں کی سطح پر کام کرنا ہوتا ہے اور ان کے کام کیلئے انہی کے پیسے لگائے جاتے ہیں۔ گرانٹ صرف شاف کی تنخوا ہوں کیلئے ہوتی ہے۔

FAUP کے جناب محمد صدیق نے کہا کہ حکومت اور این جی او کے درمیان رابطے کیلئے لاہور کے این جی او کنسورٹیم (Water and Environmental Sanitation Network) WESNET کے مائل سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس فورم پر این جی او ز کے نمائندے اور حکومتی الہکار اپنا اپنا نکتہ نظریابی کرتے ہیں، تجربات پر بات ہوتی ہے اور مشکلات کے ازالے کیلئے غور و فکر کیا جاتا ہے۔ اس نیٹ ورک کے اب تک سات اجلاس ہو چکے ہیں اور ان کے ذریعے حکومت اور این جی او ز کے درمیان تعاون کی نئی راہیں کھلی ہیں۔

4- گلی محلوں میں ترقیاتی کام کئی طرح سے ہو سکتا ہے: حکومتی سطح پر، کاروباری طریقے سے، رضاکارانہ (Voluntary) انداز میں، ایڈوکیسی کے ذریعے اور پیشہ ور انہ انداز میں۔ البتہ بڑے پیمانے پر کام کرنے کیلئے پیشہ ور انہ طریقے سے ہی کام ہو سکتا ہے اور اس کا مناسب معاوضہ بھی دیا جانا چاہئے۔

5- مقامی سطح پر کام کرنے کیلئے کارکن (Activist) کمال حلاش کئے جائیں اور چھوٹی چھوٹی ٹکلڑیوں میں مقامی طور پر کام کرنے والے کارکنوں اور ان کی تنظیموں کی مدد کیسے کی جاسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لائف کے نیشنل کوارڈی نیٹر جناب فیاض باقرا نے کہا کہ کانچ اور یونیورسیٹی آئی ڈیلست نوجوانوں سے بھری پڑی ہیں۔ اوپی پی داؤ د کانچ آف انجینئرنگ میں ایسے نوجوانوں کی تربیت کیلئے کام کر رہی ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں والپس جا کر ترقیاتی کاموں میں حصہ لیں گے۔ یہ بات البتہ طے ہے کہ مقامی سطح پر کام کرنے کیلئے مقامی آبادیوں سے ہی کارکن اٹھیں گے۔ اوپی پی کے ڈائریکٹر جناب انور راشد نے کہا کہ محلہ تنظیمیں رجسٹر نہیں ہوتیں

اور رضا کارانہ طور پر کام کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں انہیں بہت سارے قانونی اور تکنیکی پہلوؤں کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔ رجڑہ این جی اوز کو چاہئے کہ وہ ایسی تنظیموں کی نشاندہی کریں اور ترقیاتی کاموں میں ان کی مدد کریں۔ جناب فیاض باقر نے کماکہ لائف نے کارکنوں کی تربیت کیلئے اوپی پی سے ایک سال کا معالہ دہ کر رکھا ہے اور جو این جی اوس سولت سے استفادہ کرنا چاہے وہ ان کے ذریعے یا بلا واسطہ اوپی پی سے اپنے کارکنوں کی تربیت کرو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر چلنے والے کامیاب پروگراموں سے بھی بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔

6- این جی اوز پر مختلف حلقوں کی جانب سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ پیسہ بنانے کے چکر میں ہوتے ہیں اور ترقی وغیرہ سے انہیں کوئی حقیقی لچکی نہیں ہوتی۔ جناب تسمیم صدیقی نے کماکہ کچھ لوگوں نے ذریعہ روزگار کے طور پر این جی اوز بنائے اور اس سے ان کی آمدن میں تواضف ہوا لیکن اصل کام نہیں ہوا۔ جناب انور راشد نے کماکہ این جی اوز کو شفاف کام کرنا چاہئے۔ ہر این جی اوز سر ماہی رپورٹ شائع کرنی چاہئے جس میں ان کی کارکردگی کا جائزہ اور آمدن و خرچ کی تفصیل ہو اور تنخواہ حاصل کرنے والے لوگوں کے نام دیئے گئے ہوں۔ ڈاکٹر جہانگیر درانی نے کماکہ این جی اوز کو اپنی کامیابیوں ہی نہیں ناکامیوں کے بارے میں بھی بتانا چاہئے اور نیٹ ورک ہنا کر اپنے تجربات کے بارے میں گفتگو کرنی چاہئے۔

### آخری بات

لائف پروگرام شری ماحول کی بھتی کیلئے مقامی سطح پر شروع کئے گئے چھوٹے منصوبوں کی حوصلہ افزائی کیلئے شروع کیا گیا تھا۔ اس پروگرام کا مقصد مقامی سطح پر مکالے کو فروع دینا، اور شری ماحول کیلئے مل جل کر کام کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ لائف پروگرام کے ساتھ مل کر کام کرنے والی این جی اوز اور سی بی اوز کی اس سے پہلے بھی دوور کشاپیں منعقد ہو چکی ہیں۔ یہ اس سلسلے کی تیسرا ورکشاپ تھی جس میں این جی اوز، سی بی اوز، حکومت، ڈوزر اور مختلف شعبوں کے مہرزاں نے بھرپور شرکت کی جس سے انہیں ایک دوسرے کے تجربات سے سیکھنے کا موقع ملا، اور آپس میں جان پچان ہوئی جس سے وہ آئنے والے دنوں میں مل جل کر کام کر سکیں گے۔ لائف پروگرام میں خود انحصاری، کلفیت شعاری اور اپنی مدد آپ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ ورکشاپ اسلام آباد کے کسی بڑے ہوٹل میں بھی منعقد کروائی جاسکتی تھی لیکن نیفل آباد کے ایک سرکاری ادارے میں اس کے انعقاد سے ہونے والی بچت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آئندہ اس طرح کی ورکشاپیں این جی اوز اپنی مدد آپ کے تحت بھی منعقد کر سکتی ہیں۔ ورکشاپ کے شرکانے مل جل کر فیصلہ کیا کہ آئندہ ہر سال اسی جگہ پر اتنی ہی سادگی سے ورکشاپ کا انعقاد کیا جایا کرے گا۔

ٹیبل ۱: بڑے شرکوں کی آبادی کے اعداد و شمار

صوبہ / شر	آبادی (000)	آبادی	آبادی	اوٹ شرح اضافہ نے سال
پنجاب	22,699	100.0	صوبے کی کل آبادی کے تارب سے	صوبے کی شری آبادی کے تارب سے
لاہور	5,063	22.3	7.0	3.22
فیصل آباد	1,977	8.7	2.7	3.48
راولپنڈی	1,406	6.2	1.9	3.41
گوجرانوالہ	1,217	5.4	1.7	3.8
ملتان	1,182	5.2	1.6	2.86
5 بڑے شر	10,845	48.0	15.0	3.31
سندھ	14,661	100.0	49.0	3.45
کراچی	9,269	63.2	30.9	3.4
حیدر آباد	1,151	7.8	3.8	2.5
کھمیر	329	2.2	1.1	2.6
3 بڑے شر	10,749	73.0	36.0	
مرحد	2,973	100.0	16.9	3.46
پشاور	988	33.2	5.6	3.3
مردان	245	8.2	1.4	3.0
منگورہ	174	5.8	1.0	4.1
3 بڑے شر	1,407	47.0	8.0	
بلوچستان	1,516	100.0	23.3	4.90
کوئٹہ	560	37	8.7	4.0
خضدار	93	6	1.4	6.7
ترت	67	4	0.9	1.5
چن	65	4	0.9	4.7
4 بڑے شر	785	52.0	12.0	

## ٹیبل 2: شروں کی آبادی کے لحاظ سے درجہ بندی

درجہ	1998	1981	1972	1961	1951	1941	1931
-1	کراچی	کراچی	کراچی	کراچی	کراچی	لاہور	لاہور
-2	لاہور	لاہور	لاہور	لاہور	لاہور	کراچی	کراچی
-3	فیصل آباد	فیصل آباد	فیصل آباد	حیدر آباد	حیدر آباد	راولپنڈی	پشاور
-4	راولپنڈی	راولپنڈی	راولپنڈی	حیدر آباد	فیصل آباد	پشاور	ملان
-5	گوجرانوالہ *	حیدر آباد	راولپنڈی	ملان	ملان	ملان	راولپنڈی
-6	ملان	ملان	ملان	راولپنڈی	فیصل آباد	سیالکوٹ	حیدر آباد
-7	حیدر آباد	گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	پشاور	پشاور	سیالکوٹ	سیالکوٹ
-8	پشاور	پشاور	گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	پشاور	گوجرانوالہ	سکھر
-9	کوئٹہ	سیالکوٹ	سیالکوٹ	سیالکوٹ	فیصل آباد	فیصل آباد	کوئٹہ
-10	اسلام آباد	سرگودھا	سرگودھا	کوئٹہ	کوئٹہ	گوجرانوالہ	گوجرانوالہ
-11	سرگودھا	سرگودھا	کوئٹہ	کوئٹہ	کوئٹہ	قصور	قصور
-12	سیالکوٹ	اسلام آباد	کوئٹہ	کوئٹہ	کوئٹہ	فیصل آباد	فیصل آباد

\* گوجرانوالہ شہر اور کینٹ

**نیبل 3: پنجاب کی شری آبادی (1931-1998)**

آبادی								شہر
1998	1981	1972	1961	1951	1941	1931		
5'063'499	2'951'689	2'169'742	1'297'477	849'333	671'659	429'747	لاہور	(شہر+کینٹ)
1'977'246	1'104'209	823'343	425'248	179'127	69'930	42'932	فیصل آباد	
1'406'214	794'843	614'809	340'175	236'877	185'042	119'248	راولپنڈی	
							(شہر+کینٹ)	
1'217'557	600'993	323'880	196'154	120'852	84'545	58'716	گوجرانوالہ	
1'182'441	732'070	538'949	358'201	190'122	142'768	119'457	لٹان	
							(شہر+کینٹ)	
455'360	291'362	200'460	129'291	78'447	36'420	26'761	سرگودھا	
							(شہر+کینٹ)	
417'597	302'009	203'650	167'294	156'378	138'708	100'973	سیالکوٹ	
							(شہر+کینٹ)	
403'408	180'263	133'782	84'377	41'646	40'015	20'943	بخار پور	
							(شہر+کینٹ)	
292'214	195'558	131'843	94'971	73'397	50'051	36'025	جہنگ	
271'875	141'168	80'560	41'635	29'717	22'272	12'166	شکر پورہ	
250'121	155'058	100'333	59'608	46'971	30'899	26'511	گجرات	
241'649	155'523	101'295	74'546	63'086	53'101	46'815	قصور	
228'479	119'036	74'262	43'548	14'919	6'239		رحمیں یار خان	
207'388	150'954	106'648	75'180	50'185	38'345	26'164	سائیوال	
200'901	127'455	84'334	68'299	35'350	7'986	10'712	اوکارہ	

\* 1998- گوجرانوالہ شہر اور کینٹ

## لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ

لاہور میں دو سال قبل پرائیوریٹ سکیٹری میں کچرا نہ کانے لگانے کا ایک منصوبہ شروع ہوا۔ اس منصوبے کے نمائندے جناب آصف فاروقی نے درکشہ کے شرکاء کو بتایا کہ انہوں نے اشتہار کے ذریعے لوگوں کو اطلاع دی کہ ان کے گھر کے باہر سے ہر قسم کا کچرا اٹھایا جائے گا جس کے جواب میں مختلف بستیوں سے ایک ایک دو دو کر کے ان کے گاہک بننا شروع ہوئے۔ امیر علاقوں میں وہ سورپے نی گھر اور غریب علاقوں میں پچیس روپے نی گھر معاوضہ لیتے ہیں۔ گھروالے پلے لفافوں میں کچرا ڈال کر گھر کے باہر رکھ دیتے ہیں اور لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ کا نمائندہ اسے وہاں سے اٹھاتا ہے۔ مختلف بستیوں سے جمع شدہ کچرے کو شر سے باہر ٹھیکے پر لی گئی میں ایک اراضی میں پھینکا جاتا ہے اور پنکڑوں کو اس میں سے دوبارہ استعمال کے قتل اشیا کشمکش کرنے پر لگادیا جاتا ہے۔ اس طرح حاصل شدہ اشیا کو مختلف فیکٹریوں میں بیج دیا جاتا ہے جو اس کو دوبارہ استعمال کے قتل بناتی (Recycle) ہیں۔ تماں تی کچرے کو دبا کر اس سے کھلاتیار کی جاتی ہے۔ منصوبے کی اصل آمدن گھروں سے حاصل ہونے والے معاوضے سے نہیں بلکہ دوبارہ استعمال کے قتل بناتے جانے والے مواد کو بیچنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس منصوبے کے لئے کسی گرانٹ کی ضرورت نہیں، یہ ایک منافع بخش کاروبار ہے۔

جناب آصف فاروقی نے بتایا کہ جامیکھرا ہوا کچرا ہمارے شروں کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اسے بند لفافوں میں گھروں سے اکٹھا کریں اور خود ہی آخری جگہ پر پہنچائیں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس طرح گندگی نہیں پھیلے گی، دوسرے اس سے آپ کی آمدن میں اضافہ ہو گا۔ کارپوریشن کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ شروع شروع میں تو انہیں ہر طرح کا تعلون ملا گیا بعد میں متعلقہ عملے نے ان کے کام میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم ان کی جگہ لے لیں گے۔ بہر حال اس وقت صورتحال خاصی بہتر ہے اور پر اجیکٹ زیادہ تر کارپوریشن کی حدود سے باہر کام کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ کارپوریشن کے زون 8 میں کارپوریشن کے عملے اور ٹرکوں کے ذریعے کچرا اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ شروع شروع میں ہم نے چیدہ چیدہ گھروں سے کچرا اکٹھا کیا۔ یہ ہماری غلطی تھی کیونکہ اس سے خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ البتہ اس وقت یہ پوزیشن ہے کہ نیک، کیتال، دیو اور ماڈل ٹاؤن کے پورے علاقے سے کچرا اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر اختر حمید خان نے ان کو مشورہ دیا کہ مستقل مزاجی سے کام کو جاری رکھیں اور چھوٹی مولیٰ مشکلات سے گھبرا کر کام مت چھوڑیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امیر علاقوں میں کام کریں اگر یہ منصوبہ امیر علاقوں میں چل گیا تو پھر غریب علاقوں میں بھی چل جائے گا۔

## فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پر اجیکٹ (FAUP)

فیصل آباد ایریا اپ گریڈ یشن پر اجیکٹ حکومت برطانیہ اور پنجاب حکومت کا مشترکہ منصوبہ ہے جس کا مقصد لوگوں کی بھرپور شمولیت کے ساتھ فیصل آباد میں کچی آبادیوں اور دیگر کم ترقی یافتہ علاقوں کے مکینوں کا معیار زندگی بہتر بنانا ہے۔ یہ پروگرام دو سال قبل آزمائشی طور پر شروع کیا گیا اور پہلے مرحلے میں اسلام گر، شاداب کالونی، نور پورہ اور چک 7 میں کام کیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں مزید آبادیاں شامل کی جائیں گی۔ پروگرام میں تعلیم، صحت، ماحول اور انفارسٹرکچر کے منصوبے شامل ہیں۔ دوسرے مرحلے میں قرضوں کی فراہمی کا منصوبہ بھی شروع کیا جائے گا۔

### طریق کار

FAUP کے جانب محمد صدیق نے 16 نومبر کو ورکشاپ کے شرکاء کو پروگرام کے بارے میں بیانگ دیتے ہوئے بتایا کہ ہماری اپروج یہ ہے کہ گلی کی صورتحال گلی کے مکین ہی خلیک کر سکتے ہیں جبکہ یہ ادارہ ہاؤزوی سٹھ کے کاموں اور حکومتی مکموں کے ساتھ رابطہ کیلئے ان کی مدد کر سکتا ہے۔ کسی علاقے میں کام شروع کرنے سے پہلے FAUP کے سو شش آرگناائزر مقامی لوگوں سے انفرادی رابطہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو آٹھا کر کے انہیں پروگرام کے مقاصد کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور مکالمے کے ذریعے ان کو گلی کی سٹھ پر منظم ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں کیشوری تنظیم (community organization) کا قیام عمل میں آتا ہے جس کے ارکان (Multipurpose) رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں اور جسموری طریقے سے اپنے

### عبدیدار

منتخب کرتے ہیں۔ اس کے بعد مختلف گلوں کی تنظیمیں محلے کی سٹھ پر ایک تنظیم بناتی ہیں اور FAUP اور متعلقہ حکومتی مکموں کے

ساتھ مل کر اپنے علاقے کے مختلف کام کرتی ہیں۔ تمام ترقیاتی کاموں میں مقامی آبادی کی برابر کی مالی شراکت ہوتی ہے، ایک مشترکہ اکاؤنٹ کھولا جاتا ہے اور ہر قسم کی خریداری مل کر کی جاتی ہے۔ مقامی تنظیم ہر کام کی نگرانی کرتی ہے اور منصوبے مکمل ہونے کے بعد ان کی نگداشت اور برقراری (maintenance) کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ شرکاء کے استفسار پر بتایا گیا کہ آب رسانی کے منصوبے کیلئے فی گھر 2200 روپے اور نکاسی آب کیلئے 2200 سے 2500 روپے فی گھر اکٹھے کئے گئے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کل لگت کا نصف ہے یعنی آب رسانی کیلئے فی گھر کل لگت 4400 روپے ہے جبکہ انجمن سماجی بہood نے فیصل آباد کے ہی کچھ علاقوں میں یہ کام 650 سے 800 روپے فی گھر کی لگت سے مکمل کیا۔

### ترجیحات

پروگرام کی ترجیحات میں مقامی لوگوں کو اختیار دینا، فیصلہ سازی میں عورتوں کو شامل کرنا، مقامی سطح پر ادارے بنانا، حکومتی اداروں کی صلاحیت میں اضافہ کرنا اور حکومتی حکموں اور مقامی لوگوں کے درمیان تعاون کو فروغ دینا سرفراست ہیں۔ ادارے نے لوگوں کی تکنیکی تربیت کیلئے ایک مرکز بنایا ہے جس سے تربیت حاصل کرنے والے لوگ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔ پروگرام کے دو سرے مرحلے میں انہیں اس کیلئے قرضے بھی فراہم کئے جائیں گے۔ صحت عامہ کا پروگرام پسلے سے موجود حکومتی اداروں کے ذریعے چلایا جائے ہے جبکہ پھرے کابنڈوبست کیونٹی خود کرتی ہے جس کیلئے فی گھر میں روپے اکٹھے کئے جاتے ہیں اور گدھا گاڑی کے ذریعے گھروں سے کچھ اکٹھا کر کے کمیٹی کے مقرر کردہ مقام پر پھینک دیا جاتا ہے۔ FAUP نے ان علاقوں میں تعلیم کی فراہمی اور معیار تعلیم کی بہتری کیلئے چار اہم کام کئے ہیں۔ کاغذوں میں موجود سکول میجنت کمیٹی کو فعال کیا جس کے ذریعے مقامی لوگ اور سکولوں کے اساتذہ مل بیٹھ کر تعلیمی ترقی کیلئے کام کرتے ہیں۔ سرکاری سکولوں میں نئے کمرے اور لیٹرینیں بنائی گئیں۔ اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازین لوگوں کو اپنے بچوں کو تعلیم دلانے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں چک 7 کی چنگڑ آبادی کی مثل نمایاں ہے جمال دو سال کے اندر اندر باقاعدہ سکول بن گیا اور بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔



ضیمہ نمبر 4

## ورکشاپ کا پروگرام

14 نومبر 1998ء

دیگر شروں سے تعلق رکھنے والے شرکاء پنجاب فارسی ریسرچ انٹیویوٹ پہنچتے ہیں

پسلادن 15 نومبر 1998ء

رجڑیش 8:15

خیر مقدم 8:30

شرکاء کا تعارف 8:40

خصوصی گفتگو "عوامی شرکت کی حامل شری ترقی۔۔۔ کم آمن 9:00

علاقوں سے سیکھے گئے سبق" ڈاکٹر اختر حیدر خان

چائے کا وقفہ 10:30

اورہ ترقیات اقوام متحده کس طرح پاکستان کی تبدیل ہوتی ہوئی 10:45

شوری صورتحال میں اپنا ترقیاتی کوار اور کرسکتا ہے "جناب رضا علی کی گفتگو

ترقیاتی کام کا مشاہدہ اور دوپر کا کھانا 12:00

رات کا کھانا اور اگلے روز کا پروگرام بنانے کے لئے غور و خوض 19:00

دوسرادن

پہلے روز کے پروگرام کے بعد شام کو دوسرے 8:30-17:00

دن کا پروگرام ترتیب دیا جائے گا

## شرکاء کی فہرست

اوہنگی پائلٹ پراجیکٹ گلی نمبر 4، سکیٹر A-5 اور گلی، کراچی	ڈاکٹر اختر حمید خان
ڈاکٹر کیٹر، اوہنگی پائلٹ پراجیکٹ کراچی	جناب انور راشد
ڈاکٹر کیٹر جزل سندھ کچی آبادی اتحاری، عابدی مرکز	جناب تنسیم صدیقی
سترپچن روڈ، کراچی	جناب فیاض باقر
نیشنل کوارڈی نیٹر لائف / جیف، ادارہ ترقیات اقوام متحدہ	جناب فیاض باقر
سعودی پاک ٹاور، بیو ایریا، اسلام آباد	محترمہ مہ جینیں عابدی حبیب
صوبائی کوارڈی نیٹر لائف برائے پنجاب	جناب کرم نواز
124 II C، ماول ٹاؤن، لاہور	جناب کرم نواز
صوبائی کوارڈی نیٹر لائف / جیف، برائے پنجاب تن ادارہ ترقیات اقوام متحدہ	جناب کرم نواز
36-ای چن ہاؤسنگ سکیم، کوئٹہ	جناب ندیم بخاری
پراجیکٹ مانیٹر نگ آفیسر، ادارہ ترقیات اقوام متحدہ، اسلام آباد	محترمہ سارہ جاوید
رکن نیشنل سلیکشن کمیٹی لائف، B-48 گلبرگ II لاہور	جناب ایوب منیر
رکن نیشنل سلیکشن کمیٹی لائف، ریجنل جزل نیجر پنجاب روول سپورٹ پروگرام	ڈاکٹر ایم اے کیوجہانگیر درانی
1/9 فضل قادر روڈ، سیالکوٹ کینٹ	محترمہ کرشنا بندے
رکن نیشنل سلیکشن کمیٹی، ایسوی ایسٹ پروفیسر انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور	جناب محمد رئیس
پروگرام آفیسر لائف، ادارہ ترقیات اقوام متحدہ، اسلام آباد	محترمہ رائنا سعید خان
پروگرام اسٹنٹ، ادارہ ترقیات اقوام متحدہ، اسلام آباد	جناب ظہور احمد
صحافی/ کنسانٹ ادارہ ترقیات اقوام متحدہ، 27 ظفر علی روڈ گلبرگ 5 لاہور	جناب نذیر احمد ونو
کنسانٹ لائف/ جیف ادارہ ترقیات اقوام متحدہ، سعودی پاک ٹاور اسلام آباد	
صدر انجمن سماجی بہبود A-40 میں بازار ڈھنڈی والا فیصل آباد	

سید محمد خطیب عالم

DFID پر اجیکٹ کوارڈی نیٹر فیصل آباد ایریا اپ گرینڈ یشن پر اجیکٹ،

پر اجیکٹ میختہن یونٹ، ملت روڈ، گلستان کالونی II، فیصل آباد

سوشل آرگناائزر فیصل آباد ایریا اپ گرینڈ یشن پر اجیکٹ (FAUP)

واجد حسین

سوشل آرگناائزر، FAUP

خالد محمود قریشی

سوشل آرگناائزر، FAUP

برھیس احمد

سوشل آرگناائزر، FAUP

حاجی متاز نصیب

انچارج یونٹ شاداب کالونی، FAUP

جناب محمد شاہد محمود

ایم ای آر، FAUP

جناب نیاز اللہ خان

سوشل آرگناائزر، FAUP

جناب متاز علی خان

انفار میشن پیشنسٹ، FAUP

جناب محمد صدیق

کنسٹنٹ، FAUP

جناب اعجاز احمد

استثنا فارست آفیسر، چناب فارسٹری ریسرچ انٹریووٹ گٹ والا فیصل آباد

جناب ابرار احمد

ڈسٹرکٹ فارست آفیسر فیصل آباد

جناب لیافت علی گل

اسلام گرو یونیورسٹی سوسائٹی فیصل آباد

محترمہ رانی تجمیم

اسلام گرو یونیورسٹی سوسائٹی فیصل آباد

محترمہ رفتہ منیر

لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ، 7 شامی روڈ لاہور کینٹ

جناب آصف فاروقی

فیجیر آپریشن، لاہور سینی ٹیشن پر اجیکٹ

جناب حید ملک

ڈولپمنٹ کنسٹنٹ، 6 ٹپل روڈ لاہور

جناب رضا علی

ٹریننگ کوارڈی نیٹر چناب پر ایسیٹ سکیئر گراونڈ و اڑو ڈولپمنٹ

جناب حق نواز

پر اجیکٹ، A-89 ٹاؤن شپ لاہور

جزل سکرٹری انجمن فلاں و بہود 2A-256 گلی نمبر 27 مظہر آباد راولپنڈی

جناب حید اللہ

نائب صدر انجمن فلاں و بہود راولپنڈی

محترمہ سیرا گل

چینریمن آرگناائزشن فار پارٹیسپیشنری ڈولپمنٹ (OPD)

جناب قربان رضا

مومن آباد نوشہر روڈ گرو جانوالہ بالمقابل مسجد قاری اسلم

محترمہ عالیہ وزارج	پروگرام کوارڈی نیٹ' OPD
راجہ ریحان ارشد	کنٹری ٹیم لینڈر RWSG-SA ورلڈ بک
جناب محمد اواد خان	20-A شاہراہ جموریت رمنا 5، اسلام آباد
جناب محمد ظہور	VES پسیٹنٹسٹ، ورلڈ بک اسلام آباد
جناب ارشد لاشاری	چیرین خدمت کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان
ڈاکٹر عمران موسیٰ	صدر ڈسٹرکٹ بار ایسوی ایشن ڈیرہ اسماعیل خان
سید قربان غرشیں	آکاؤنٹنٹ میونسل کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان
سید ظفر علی بخاری	محلہ کیسری علی زئی، ڈیرہ اسماعیل خان
ڈاکٹر محمد اشرف صاجبزادہ	پیک ہیلتھ کنٹلنسٹ اور یکل ریسرچ مکان نمبر 14، سڑیت 41،
جناب غلام مصطفیٰ ملاح	ایف 4/6 اسلام آباد
جناب عبد الغفار شیرانی	ایگزیکٹو ڈائریکٹر امید، 1165 باغے چی، مرزا جان، 5/1 دولت گیٹ ملکان فون نمبر 512358
جناب مصطفیٰ حسین صدیقی	پروگرام کوارڈی نیٹر ترقی ٹرست مکان نمبر 118 گلی نمبر 15 فیز 1 شہزادوں کوئٹہ پی او بکس نمبر 527
سید ایم اے ہاشمی	بی ٹکٹر 2 خیلان سر سید راولپنڈی رکن مسلم انجوکیشن ویلفیر سوسائٹی